9/7/85

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ

مرکزیہ کا

ترجمان

ماھنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ایڈیٹر

غلام باری سیف

وفا ۱۳۶۴ ہش

جولائی ۱۹۸۵ء

منظوم فارسی کلام حضرت اقدس

بشنو از وضعِ عالمِ گذران

صد چو تو معجبے بخورد زمیں — سر ہنوزت بر آسماں از کیں

تیری طرح کے سینکڑوں متکبّروں کو زمین کھا گئی مگر ابھی تیرا سر دشمنی کی وجہ سے آسمان پر ہے

بشنو از وضعِ عالمِ گذران — چوں کند از زبانِ حال بیاں

اِس گذر جانے والے جہان کی روش سے یہ بات سُن کہ کس طرح وہ زبانِ حال سے بیان کرتا ہے

کیں جہاں باکسے وفا نہ کند — نہ کند صبر تا جُدا نہ کند

کہ یہ جہان کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتا اور جب تک اپنے سے جُدا نہ کرلے اسے صبر نہیں آتا

گر بود گوش بشنوی صد آہ — از دلِ مُردۂ درون تباہ

اگر تیرے کان ہیں تو تُو سینکڑوں آہیں اُس مُردہ دِل سے جس کا اندرونہ تباہ ہوچکا ہے سُنے گا

کہ چرا رو بتافتم ز خُدا — دل نہادم در آنچہ گشت جُدا

کہ مَیں نے کیوں خدا سے مُنہ موڑا اور اس چیز سے دِل لگایا جو مجھ سے جدا ہو گئی

قدرِ ایں رہ بپرس از اموات — اے بسا گورہا پُر از حسرات

اس رستے کی قدر مُردوں سے پُوچھ۔ بہت سی قبریں ہیں جو حسرتوں سے بھری پڑی ہیں

جائے آں است کز چنیں جائے — از تورّع بروں نہی پائے

مناسب یہی ہے کہ تُو ایسی جگہ سے تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ کُوچ کر جائے

ہر چہ اندازدت زیار جُدا — باش زاں جملہ کاروبار جُدا

تجھے جو چیزیں یار سے الگ کرتی ہیں تُو اُن سب سے علیحدہ ہو جا

ملفوظات امام الزمان

کونسی نماز بدیوں سے روکتی ہے؟

یہ جو فرمایا ہے کہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ یعنی نیکیاں یا نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ نماز فواحش اور بُرائیوں سے بچاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں مگر نہ رُوح اور راستی کے ساتھ وہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں۔ ان کی رُوح مُردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام حسنات نہیں رکھا۔ اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا اور الصّلوٰۃ کا لفظ نہیں رکھا باوجودیکہ معنے وہی ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حُسن وجمال کی طرف اشارہ کرے کہ وہ نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی رُوح رکھتی ہے اور فیض کی تاثیر اس میں موجود ہے وہ نماز یقیناً بُرائیوں کو دُور کر دیتی ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہیں نماز کا مغز اور رُوح وہ دعا ہے جو ایک لذّت اور سُرور اپنے اندر رکھتی ہے۔ ارکانِ نماز دراصل رُوحانی نشست و برخاست کے اظلال ہیں۔ انسان کو خدا تعالےٰ کے سامنے کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اور قیام بھی آدابِ خدمتگاران میں سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصّہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیلِ حکم کے لئے کس قدر گردن جھکاتا ہے اور سجدہ کمال ادب اور کمال تذلّل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے یہ آداب اور طرق ہیں جو خدا تعالیٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دئے ہیں اور جسم کو باطنی طریق سے حصّہ دینے کی خاطر ان کو مقرر کیا ہے علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھ دیا ہے۔

(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۸، ۹)

مرکزِ سلسلہ میں ماہِ رمضان

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ کہ خدائے لم یزل کی کامل کتاب کا نزول اِس مبارک مہینہ میں ہوُا۔ وہ کتاب جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه کہ اِس مقدّس کتاب میں باطل کسی طور راہ نہیں پا سکتا۔ جس پاک کتاب کے بارہ میں بانیٔ سلسلہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں اگر یہ کتاب یہود و نصاریٰ کو عطا ہوتی تو کبھی گمراہ نہ ہوتے۔ نیز فرمایا اگر کوئی صوری یا معنوی اِعراض نہ ہو تو یہ کتاب سات دنوں میں انسان کو پاک و صاف کر سکتی ہے۔ یہ فرشتوں کی طرح تمہیں کر سکتی ہے۔ اِس کتاب کے بارہ میں فرمایا ؎

دِل میں یہی ہے ہر دَم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

ایک دوسری نظم میں فرماتے ہیں ؎

جمال و حُسنِ قرآں نُورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

رمضان کی غرض اصلاحِ نفس اور تزکیۂ رُوح ہے اور اِس کا ایک ذریعہ قرآن پاک کو پڑھنا، اسے سمجھنا اور اِس پر عمل کرنا ہے۔

جب سے ہم نے ہوش سنبھالا یہی دیکھا کہ مرکزِ سلسلہ میں اِس مبارک مہینہ میں مرکزی دار الذکر میں ہر روز ایک پارہ کی تلاوت، اس کا ترجمہ اور وقت کی مناسبت سے مشکل آیات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد قریباً ہر محلہ کے دار الذکر میں تراویح کی نماز ہوتی ہے جس میں قرآن مجید ختم کیا جاتا ہے۔ بعض جگہ یہ نوافل صبح کی نماز سے قبل ادا کئے جاتے۔ رمضان کے آخری روز طلوعِ چاند سے قبل اجتماعی دعا کی جاتی ہے جو بہت پُرسوز اور رقّت آمیز ہوتی ہے جس میں دُور و نزدیک سے احمدی شامل ہوتے ہیں۔ اب چونکہ درس کے لئے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی اجازت نہیں اِس لئے ربوہ کے چار بیوت الذکر

میں عصر کی نماز کے بعد مغرب تک درس القرآن ہوتا ہے۔ مبارک، اقبال (دارالنصر)، ناصر (رحمت بازار)، اقصیٰ میں۔ اس کے علاوہ مستورات قریباً ہر محلہ میں جمع ہو کر روزانہ ایک پارہ کی تلاوت اور ترجمہ کرتی ہیں۔ اس بار اصلاح و ارشاد کی جانب سے اس غرض کے لئے مربیانِ کرام نے بعض محلہ جات میں یہ درس دیا۔

بیت الناصر (رحمت بازار) اور بیت المبارک میں صبح کی نماز کے بعد حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس بھی ہوتا رہا۔ اسی طرح ہر محلہ میں صبح کی نماز کے بعد قرآن یا حدیث کا درس ہوتا ہے۔

قبل از نمازِ فجر صبح دو بجے سے محلہ جات میں چھوٹے بچے اور نوجوان سحری کے لئے احباب کو بیدار کرتے۔ وہ ساتھ ساتھ وقت کا بھی اعلان کرتے اور نماز سے قبل بچوں کی یہ آواز کانوں میں پڑتی "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" نماز نیند سے بہتر ہے یا درود کی آواز آتی صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔

ربوہ کے ہر گھر میں انفرادی طور پر بھی کم از کم ایک بار قرآن پاک کا دَور ہوا۔

مرکز سے نہ صرف ربوہ کے محلہ جات کو حفّاظ کرام مہیا کئے گئے بلکہ بعض باہر کے ۲۴ شہروں میں بھی اُن کے مطالبہ پر مرکز سے حفّاظِ کرام بھجوائے گئے۔

آخری عشرہ میں عبادت اور مجاہدہ میں مزید تیزی پیدا ہوتی ہے۔ صرف بیت المبارک میں امسال تیس ۳۰ مرد اور بارہ ۱۲ عورتیں اعتکاف بیٹھیں۔ ان میں سے بعض دوسرے شہروں سے آئے تھے۔ اس مبارک عشرہ کی رُوحانی لذّت سے لُطف اندوز ہونے کے لئے، دعاؤں کے لئے بھی لوگ دوسرے شہروں سے آئے۔

الغرض تمام رمضان انتیس ۲۹ دن مرکزِ سلسلہ کی فضا دعاؤں، تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی، آہوں اور سسکیوں سے گونجتی رہی۔

بندے کا کام اُس احکم الحاکمین کے حضور فریاد کرنا، اُس کے احکامات پر عمل ہے قبولیت خدا کے اختیار میں ہے اُس سے دُعا ہے کہ وہ ہماری عاجزانہ التجاؤں، تزکیہ نفس کی حقیر کوششوں کو قبول فرمائے اور جو تربیت اس مبارک مہینہ میں ہوئی اُسے سال بھر یاد رکھنے اور دُہرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العٰلمین ٭

○

وابستگانِ قدرتِ ثانیہ کے فرائض

۲۷ مئی کو یہ مقالہ مرکز میں منعقدہ جلسہ میں پڑھا گیا۔ (غلام باری سیف)

اللہ تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ کی آپ پر تا ابد رحمتیں نازل ہوں) کو جب یہ خبر دی کہ قَرُبَ اَجَلُكَ الْمُقَدَّر آپ کا مقررہ وقت آن پہنچا۔ تو آپ نے اپنی جماعت کیلئے ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام آپ نے "الوصیّت" رکھا۔ اِس نام سے رسالہ کی اہمیّتِ مضمون کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اِس میں آپ نے فرمایا:۔

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دُو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دُو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا وے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے۔ اِس لئے تم میری اِس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سِلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن جب مَیں جاؤں گا تو پھر دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اِس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جُدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دُنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے

نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دُنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہُوا اور مَیں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اَور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دُعا کرتے رہو اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔"

(الوصیت صفحہ ۵، ۶)

کہتے ہیں اَلْکِنَایَۃُ اَصْرَحُ مِنَ الصَّرَاحَۃِ لیکن یہ حوالہ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ قدرتِ ثانیہ سے کیا مراد ہے۔

پیشتر اِس کے کہ مَیں وابستگانِ قدرتِ ثانیہ کے فرائض بیان کروں مَیں ضروری سمجھتا ہوں کہ مَیں قدرت ثانیہ کی وضاحت کے بعد وابستگی کی وضاحت کر دوں کہ اِس لفظ کی تشریح بھی اپنے اندر فرائض کو سموئے ہوئے ہے۔

لُغوی طور پر وابستگی کے معنے لگاؤ، تعلق اور سروکار کے ہیں۔ مذہب کے نتیجہ میں جو تعلق مرید کا شیخ یا امام سے قائم ہوتا ہے اُس کی مثال کسی دُنیوی رشتہ میں پائی نہیں جاتی۔ یہاں تو عقیدت کا تعلق ہوتا ہے۔ لِلّٰہی محبّت و اخوّت کا رشتہ ہوتا ہے۔ یہ تعلق آنی یا وقتی نہیں ہوتا۔ زندگی کے آخری سانس تک۔ نہیں نہیں۔ مجھے کہنے کی اجازت دیجئے کہ موت بھی اِس تعلق کو منقطع نہیں کر سکتی۔ عُسر ہو یا یُسر، سفر ہو یا حضر۔ یہ تعلق اپنا رنگ دکھاتا ہے۔ کوئی ابتلاء یا آزمائش، امن ہو یا میدانِ وغیٰ۔ کوئی لمحہ نہیں آتا کہ یہ تعلق سرد ہو جائے یا وابستگی میں کمی آجائے۔ آیئے تاریخ کے صفحات میں اِس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں کہ ہمارے لئے وہی مشعلِ راہ ہے۔ آقائے مدنی فداہ نفسی ونفوس العالمین نے فرمایا اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے راہ پاؤ گے۔

آیئے اِن ستاروں کی راہ گذر دیکھیں۔ آیئے دیکھیں وہ وابستگی کے کیا معنے سمجھتے تھے۔ ان کی وابستگی کی کیا کیفیت تھی۔

بیعتِ عقبہ کے وقت اہلِ مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا عہد کیا تھا اُس کے الفاظ کچھ اِس قسم کے تھے کہ مدینہ میں وہ آپ کی حفاظت کے ذمّہ دار تھے لیکن اب

معرکہ بدر کے میدان میں یعنی مدینہ سے باہر ہو رہا تھا اس لئے حضورؐ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا۔ سیدنا حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ مقداد بن عمرو نے کہا یا رسول اللہ جو خدا کا منشاء ہے کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہیں گے کہ تو اور تیرا رب جا اور لڑ۔ یا رسول اللہ ہم تو ہر قدم پر آپکے ساتھ ہوں گے۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا لوگو مجھے مشورہ دو۔ اِس پر رئیسِ انصار سعدؓ بن معاذ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ شاید آپ کا رُوئے سخن ہماری جانب ہے۔ شاید حضورؐ بیعتِ عقبہ کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ مدینہ میں ہم دشمن سے لڑنے کے مکلّف ہیں باہر نکل کر نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یہی بات ہے۔ اِس پر انہوں نے کہا:

یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں۔ آپ کو سچّا سمجھ کر ایمان لائے ہیں۔ ہم نے یہ گواہی دی ہے کہ آپؐ حق لائے ہیں۔ ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ السّمع و الطاعۃ کہ ہم آپؐ کی اطاعت کریں گے۔ یا رسول اللہ آپ نے جو ارادہ فرمایا ہے بسم اللہ کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق و صداقت دے کر بھیجا یہ سامنے سمندر ہے اگر آپ فرمائیں تو اس میں گھوڑے ڈال دیں اور ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے۔ ہم لڑائی میں صبر و استقامت دکھائیں گے۔ انشاء اللہ آپ کی آنکھ کل جنگ میں ہماری طرف سے ٹھنڈی ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کے بعد فرمایا:

چلو! روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں خوشخبری ہو۔ خدا نے مجھ سے ایک گروہ سے مُٹھ بھیڑ کا وعدہ فرمایا ہے۔ خدا کی قسم مجھے کفّار کے ایک ایک آدمی کے گرنے کی جگہ دکھا دی گئی ہے۔

تو آپ نے دیکھا کہ ایمان لانے کے بعد پھر کسی شرط کا سوال نہیں رہتا پھر تو السمع والطاعۃ کا نعرہ باقی رہ جاتا ہے کہ آپ حکم دیں ہم اطاعت کریں گے۔ ہم ناممکن کو ممکن کر دکھائیں گے۔ سمندر میں کُود جانے کا ارشاد ہو تو ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ اب قدم آگے بڑھے گا پیچھے نہ ہوگا۔ رُکے گا نہیں۔

وابستگی کے متعدد واقعات مجھے اُحد کے میدان میں نظر آتے ہیں۔ اُحد کی وادی میں وابستگی اور وفا کے وہ نظّارے نظر آئے کہ عقل دنگ رہ گئی۔ اِسی لئے تو میرے آقا اُحد کو

دیکھ کر فرمایا کرتے جَبَلُ اُحُدٍ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی وفات کے قرب کا بتلایا تو آپؐ شہداءِ اُحد کی قبروں پر تشریف لے گئے اور اس طرح اُن سے رخصت ہوئے جس طرح کوئی جانے والا اپنے عزیزوں سے مِل کر رخصت ہوتا ہے۔ فکر و نظر حیران ہیں کہ کس کس واقعہ کا انتخاب کیا جائے کہ اس چمنستانِ وفا کے ہر پھول کی خوشبو اور رنگ الگ ہے ؏

دامانِ نگاہ تنگ و گلِ حُسن تو بسیار

ایک انصاری صحابی سعدؓ بن ربیع کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے دَوران اعداء کے نرغے میں گھرے دیکھا تھا۔ جنگ کے بادل چھٹ گئے تو فرمایا سعدؓ بن ربیع کا پتہ کرو مَیں نے اُسے تلواروں اور نیزوں میں گھِرا دیکھا تھا۔ ایک صحابیؓ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ سعدؓ بن ربیع شدید زخمی ہیں۔ انہوں نے کہا سعدؓ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ دیکھوں تمہارا کیا حال ہے۔ سعدؓ نے کہا دیکھ لو میرا آخری وقت ہے۔ زیست منقطع ہُوا چاہتی ہے۔ میرا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سلام کہنا اور کہنا یارسول اللہ انبیاء کی قربانی کی وجہ سے انبیاء کو جو ثواب ملتا ہے یارسول اللہ اِس بارہ میں اللہ تعالیٰ آپؐ کی آنکھ سب انبیاء سے زیادہ ٹھنڈا کرے۔ اور پھر میری قوم کو کہنا اے میری قوم! محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی امانت تھے جب تک ہم زندہ رہے ہم نے اس امانت کی حفاظت کی اب یہ امانت تمہارے ہاتھوں میں دئے جاتے ہیں۔ دیکھنا اگر تمہارے جیتے جی یہ امانت ضائع ہوئی تو خدا تمہارا کوئی جواب نہیں سُنے گا۔ یہ کہہ کر سعدؓ بن ربیع نے آخری سانس لی اور خدا کے حضور حاضر ہو گئے۔ (ابن ہشام صہ۶۱)

؏ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ملاحظہ فرمائیے وابستگی اور فدائیت کہ جان دینے کے بعد اپنی قربانی کا ثواب بھی آقا کی جھولی میں ڈالتے ہیں۔

سعدؓ! ہزاروں رحمتیں ہوں آپ پر اور اَن گنت آپ کے آقا پر۔ آپ نے صحیح سوچا اِس قربانی کا جذبہ اُس محبوبِ سُبحانی نے ہی تو پیدا کیا تھا۔ قربان جاؤں تیری سوچ، وفا اور وابستگی کے۔

اُحد میں ایک وقت بڑا نازک آیا۔ دشمن کی ساری کوشش اُس شمعِ خداوندی کو گُل کرنے پر مرکوز تھی اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو پکارا۔ چند انصار آئے اور ایک ایک

کر کے اپنی جان حضورؐ پر نچھاور کر دی اِن میں سے ایک عمّارہؓ بن زید بن سکن تھے۔ جنگ کے بادل چھٹے تو زخمی حالت میں انہیں حضورؐ کے قدموں میں لایا گیا۔ جسم میں حرکت کی طاقت نہ تھی لیکن صاحب ایمان نے جسم کو ذرا سنبھالا دیا اور سرک کر اپنے رُخسار حضورؐ کے قدموں پر رکھ کر جان دے دی۔

مورخ ابنِ ہشام لکھتا ہے:۔

فوسّد خدّہٗ فَمَاتَ وَخَدُّہٗ عَلیٰ قَدَمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

اس پر کسی نے کہا ہے

بچہ ناز رفت زجہاں نیاز مندے

دیکھو دیکھو کس انداز سے وہ پروانہ دُنیا سے رخصت ہوُا۔ اُس کی آخری ادا کیا تھی گال محبوب آقا کے قدموں پر رکھ کر جان دے دی۔

ایک وقت یہ مشہور ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اس موقع پر انسؓ بن نضر اور عمر بن ہمّام نے جس وابستگی، عقیدت اور وارفتگی کا اظہار کیا وہ تاریخ کے صفحات کی زینت بن چکا ہے۔

انسؓ بن نضر نے اپنی تلوار کی میان توڑ دی اور دشمن پر یہ کہہ کر پل پڑے کہ پھر ہم بھی وہیں جاتے ہیں جہاں ہمارے آقا گئے اب اِس دُنیا میں رہ کر کیا کرنا۔ جب ان کی لاش بہن نے انکے پوروں سے شناخت کی تو جسم پر اسّی سے اُوپر زخم تھے۔

عمر بن ہمّام کھجوریں کھا رہے تھے جب انہیں علم ہوُا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو کھجور پھینک دی اور کہا میرے اور جنّت کے درمیان یہ کھجور کیوں حائل ہو۔

جب مدینہ یہ خبر پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو پردہ دار خواتین گھروں سے نکل اُحد کی جانب چل پڑیں۔ ان میں ایک دینار قبیلہ کی عورت ہند بھی تھی جس کا خاوند، بیٹا، بھائی بھی اِس جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ جب مجاہدینِ اُحد کا قافلہ اس کے قریب پہنچا تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دریافت کیا۔ آنے والے کو تو علم ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ اللہ نے دشمنوں کو اُن کے منصوبے میں ناکام کیا ہے تو اُس نے ہند کو اس کے متعلقین کے بارہ میں خبر دینا چاہی اُس نے کہا تمہارے خاوند اِس جنگ میں شہید ہو گئے۔ اسنے کہا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پُوچھ رہی ہوں۔ اُس نے پھر کہا آپ کے بھائی بھی اس غزوہ میں

کام آگئے۔ اُس نے پھر کہا مَیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دریافت کر رہی ہوں۔ تب اُس خبر دینے والے نے بتلایا تمہارا بیٹا بھی آج راہِ حق میں قربان ہو گیا۔ اُس نے پھر کہا میرے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ اُس نے کہا الحمد للہ آپ بخیریت ہیں اور تشریف لا رہے ہیں۔ اِس پر اُس باوفا عورت نے کہا فَكُلُّ شَيْءٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ آپؐ زندہ ہیں تو ہر تکلیف ہیچ ہے۔ عورت کے لئے یہ تین رشتے انتہائی جذباتی ہیں۔ بھائی، بیٹا، خاوند شہید ہو گئے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو کیا غم۔ آپ نے دیکھی ہند کی وابستگی، عقیدت۔

ایک اَور وابستہ دامنِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ وہ اُحد میں تو حاضر نہ ہو سکے تھے وہ یمن میں بسنے والے اویس تھے۔ انہوں نے وہ چہرۂ مبارک بھی نہ دیکھا تھا لیکن خداوندِ ذوالعرش نے ایمان کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ اُس نے جب یہ سُنا کہ میرے آقاؐ کے دانت اُحد میں شہید ہوئے ہیں تو اُسے یہ علم تو نہ تھا کہ کونسا دانت شہید ہؤا اُس نے اپنے دانت نکال دیئے کہ میرے محبوب کے مُنہ میں دانت نہ ہوں تو میرے مُنہ میں دانت کیوں رہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اَلْاِیمان یمانٍ ایمان تو یمنی جوان کا ہے اور سیّدنا حضرت عمرؓ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یمن سے اِس حُلیہ کا ایک شخص آئے گا اُس سے دعا کروانا۔ اللہ کی قسم یہی وہ　　لوگ ہیں جن کے بارہ میں آتا ہے رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ بعض پراگندہ بال پراگندہ حال لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں اگر وہ خدا کی قسم کھا کر کوئی بات کہہ دیں تو خدا اسے ضرور پورا کرتا ہے۔ یہی دُنیا کا نمک ہوتے ہیں۔ یہ خدا کی رحمت کو جذب کرنے کا ستون ہوتے ہیں ایسے افراد جماعتوں اور قوموں کی پیشانی کا سہرا ہوتے ہیں۔

اُحد کے میدان سے اب رخصت ہوتے ہیں عضل اور قارہ قبیلہ کی چیرہ دستیوں کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ ایک وابستہ دامنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سماعت فرمائیے۔ دھوکے سے یہ لوگ اصحابِ صُفّہ یا قُرّاء یعنی مبلّغین یا کچھ واقفینِ زندگی کو لے گئے اور انہیں شہید کر دیا۔ ان میں سے ایک زیدؓ بن دثنہ نامی تھے انہیں دھوکا دے کر زندہ پکڑ لیا کہ آجاؤ تمہیں امان دیتے ہیں۔ پھر انہیں کفّارِ قریش کے ہاتھوں بیچ دیا تاکہ وہ اپنے مقتولینِ بدر کا اِنتقام لے سکیں۔ جب انہیں مقتل لے گئے تو کِسی نے کہا تمہارا جی تو چاہتا ہو گا کہ تمہاری جگہ آج یہاں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ اُس نے کہا۔ ظالمو! یہ کیا کہتے ہو میری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ مَیں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ مَیں اندر بیٹھا ہوں اور مدینہ کی گلیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں

کانٹا بھی چبھ جائے۔ آپ نے وابستگی کا مفہوم مشاہدہ کیا۔ یہ ہے وابستگی۔

دو واقعات اور سماعت فرمائیے۔ اُس دامن سے وابستہ ہونے والے ایک دوسی قبیلہ کے چرواہے ابوہریرہؓ نامی بھی تھے یہ قریباً سات ہجری میں اسلام لائے۔ انہیں یہ احساس بے چین رکھتا کہ مَیں بڑی دیر سے ایمان لایا ہوں لوگ معارف کی جھولیاں بھر چکے ہیں مَیں پیچھے رہ گیا اسلئے وہ مسجدِ نبویؐ سے چمٹے رہتے کہ کب حضورؐ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائیں اور مَیں اپنے دامن میں وہ موتی سمیٹ لوں۔ وہ خالی پیٹ اس دروازہ سے چمٹے رہتے۔ فاقوں پر فاقے آتے، بھوک سے بیہوش ہو جاتے لیکن اس در سے الگ نہ ہوتے مبادا حضورؐ تشریف لے آئیں اور مَیں آپؐ کے ملفوظات سے محروم ہو جاؤں۔ رات کے تین حصے کرتے ایک حصہ آرام کرتے ایک حصہ عبادت میں گزارتے اور ایک حصہ اُن ارشادات کو حفظ کرنے اور دُہرانے میں صرف کر دیتے۔ ان کی جذباتی وابستگی کا ایک ایمان افروز واقعہ سماعت فرمائیے۔ شفیا الاصبحی تابعی بیان کرتے ہیں کہ مَیں مدینہ آیا اور یہ دعا کرتا آیا اللّٰھمّ یسّرلی جلیسًا صالحًا اللہ کوئی نیک ساتھی عطا کرتا۔ مَیں مسجدِ نبویؐ میں داخل ہوا تو لوگ ایک شخص کے گرد اکٹھے ہمہ تن گوش تھے۔ لوگ تتر بتر ہو گئے تو مَیں نے کہا آپ کو اُس صحبت کا واسطہ جو آپ کو میسّر ہوئی مجھے کوئی حدیث سنائیے۔ ابوہریرہؓ نے حجرہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور کہا مجھے اِس گھر والے نے یہ حدیث سنائی یہ کہا اور زار زار رونے لگ گئے۔ پھر کچھ سنبھلے اور فرمایا مَیں تھا وہ تھے اور کوئی تیسرا نہ تھا اور پھر یادِ محبوب میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور مُنہ کے بَل گر گئے۔

وابستگی کی کیفیت ملاحظہ کیجئے۔ اُس وقت کی یاد ابوہریرہؓ کو بے تاب کر دیتی ہے۔ وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے ہیں کہ ؎

گذاری تھیں خوشی کی چند گھڑیاں
اُنہیں کی یاد میری زندگی ہے

محبوب کی جُدائی اُس وابستگی کو کم نہیں کرتی وہ تو آتشِ عشق پر تیل کا کام دیتی ہے۔

مَیں نے اُوپر عرض کیا تھا کہ اِس وابستگی اور تعلق کو موت بھی منقطع نہیں کر سکتی اس کا آخری واقعہ سماعت فرمائیے۔

لوگ کہتے ہیں "رات گئی بات گئی" لیکن یہاں مکتبِ عشق کے انداز ہی نرالے ہیں۔

ایک وابستہ دامن بخدا اپنے ماں باپ سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتا تھا

-

اسی لئے تو لوگ اسے بلالؓ بن محمدؐ کہتے تھے۔ دُور دمشق میں ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بلال بڑی سنگدلی ہے۔ آتا نہیں۔ صبح اُٹھے۔ سواری لی رختِ سفر باندھا اور سیدھا مدینہ روانہ ہوگئے۔ روضۂ مبارک پر پہنچے زمین پر لیٹ کر رونے لگے۔ لوگوں کو علم ہوا۔ بلال مؤذنِ رسولؐ آگئے۔ اکٹھے ہوئے اور درخواست کی بلال وہ اذان تو ایک بار سُنا دو آخر نواسۂ رسولؐ کا اصرار ہوا تو کہا صبح اذان دوں گا اور صبح بلالؓ کی اذان پر مدینہ میں کہرام مچ گیا لیکن جانتے ہیں کیا ہوا۔ وہ وابستہ دامنِ رسولؐ جب اشھد ان محمدًا پر پہنچے تو غش کھا کر جا پڑے کہ اب محمدؐ ظاہری آنکھوں کے سامنے نہ تھے۔

یہ تو قرنِ اوّل کی وابستگی کی چند مثالیں تھیں۔ خدا کی قسم ان سے روشنی حاصل کرنے والوں نے بھی رُت جگائی۔ ایسی ہی وابستگی دکھائی نواب محمدؐ علی خاں آف مالیر کوٹلہ نے۔ ریاست کی شاہانہ رہائش ترک کر کے جب دامن سے وابستہ ہوئے تو کچی کوٹھڑی میں رہائش پر فخر کیا۔ منشی اروڑے خاں صاحب چپڑاسی سے دعائے مسیحا نفس سے نائب تحصیلدار ہوئے۔ ریٹائر ہوئے تو ان کی دیانتداری کی وجہ سے ریاست کپورتھلہ کے وزیر اعلیٰ ان کی سروس کو جاری رکھنا چاہتے تھے لیکن وہ اُس در کے فقیر ہو کر قادیان پہنچ گئے اور دُھونی رما کر بیٹھ گئے۔ ان کے کمرہ میں اپلوں کا ڈھیر ہوتا۔ ایک چارپائی اور ایک کرسی۔

غریب حافظ معنا نے اِس وابستگی کو اِس طرح نباہا کہ تُوت کے پتّے کھا کر گذارہ کر لیا لیکن اُس در سے الگ نہ ہوئے۔ وابستگی پر آنچ نہ آنے دی۔

تو یہ ہوتی ہے وابستگانِ قدرتِ ثانیہ کی وابستگی۔ کہ جب ایک دفعہ تعلق قائم ہو گیا پھر زمین کے طوفان۔ آسمان کی بجلیاں بھی اِس رشتہ کو منقطع نہ کر سکیں۔

اور ایک فرض ہمارا دعا ہے لیکن دعا رسمی نہیں۔ کہتے ہیں بَیا پرندہ کا گھونسلہ اُس کی فنی مہارت اور محنت کا شاہکار ہوتا ہے۔ پرندوں کا یہ جوڑا جب گھونسلہ بُنتا ہے تو بُننے والا ساتھی دوسرے سے کہتا ہے "چیر کے لا" اُس کی آواز کو کسی نے اِس سے تعبیر کیا ہے۔ تو دعا وہ جو جگر کو چیر کر نکلے جس سے عرشِ الٰہی ہِل جائے۔ جس سے ملاءِ اعلیٰ میں کہرام مچ جائے کہ خدا وندا! دیکھ تیرے بندے کس طرح بِلک رہے ہیں ارحم الراحمین اب تو رحم فرما۔

سمندر پار سے دعا کی ایک ندا آئی ہے۔ انگلستان کے تاریخی جلسہ میں اختتامی تقریر کرتے ہوئے ہمارے آقا نے دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

"دُعا کرو۔ جانے والے ان کے لئے پیچھے رہ جانے والے آپ کے لئے کریں گے (یہ کہتے ہوئے حضور کی آواز گلوگیر ہوگئی) فرمایا: اور میرے لئے بھی دعا کریں کہ مَیں زیادہ دیر پیچھے رہنے والوں میں نہ رہوں اور پھر آپ سے آکر ملوں۔ ان کی ساری محبتیں اپنی جگہ اور خدا کی قسم میرا آپ کے بغیر دل نہیں لگ رہا۔ مَیں ہر ممکن ضبط کرتا۔ ہر ممکن کوشش کرتا ہوں لیکن ربوہ اور پاکستان کے فدائیوں کے ساتھ ایک لمبا عرصہ خدمت کا موقع ملا ہے اُن کے چہرے آنکھ کے سامنے پھرتے ہیں۔ ان کی محبت اور اخلاص، ان کی قربانیاں یاد آتی ہیں۔ مَیں یہ سوچتا ہوں وہ کہتے ہوں گے ہمیں کس حالت میں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ نہیں کہتے ہوں گے مجھے پتہ ہے مگر یہ خیال ضرور آجاتا ہے اِس خیال سے تکلیف بھی بہت ہوتی ہے اِس لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جو بھی فضل اور خیر کی تقدیر ظاہر فرمانا چاہتا ہے اب جلد ظاہر کر دے دن بہت لمبے ہوگئے ہیں۔"

یہ الفاظ سُنے تو مجھے بانیٔ سلسلہ کی لختِ جگر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے یہ شعر یاد آگئے جو اُنہوں نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی بیماری کے ایّام میں کہے تھے ؎

آج فرزندِ مسیحائے زماں بیمار ہے
دعوٰی دارانِ محبّت سو رہے جا کر کہیں
قومِ احمد جاگ تُو بھی جاگ اُس کے واسطے
اَن گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

پیارے آقا خدا گواہ ہے راتوں کی تنہائیاں گواہ ہیں۔ اجرامِ فلکی گواہ ہیں رات بھیگ جاتی ہے لیکن آپ کے خدام آپ کی یاد میں اختر شماری کرتے ہیں اور آنسو اُن کے رُخساروں پر بہہ رہے ہوتے ہیں۔ پیارے آقا آپ کی جُدائی سے سینے بریاں ہیں اور چشم گریاں۔ آنکھیں آپ کو دیکھنے کو ترستی ہیں بیت المبارک اور بیت الاقصیٰ کے محراب آپ کی تلاوت کو ترستے ہیں۔

مَیں فیصل آباد گیا تو میرے ایک عزیز کہنے لگے مولوی صاحب حضور کب تشریف لائیں گے۔ اُس نے بتایا وہ ربوہ جاتا ہے اُس دروازہ تک پہنچتا ہے جہاں سے حضور نماز کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ دروازہ پر ہاتھ پھیر کر اپنے مُنہ پر پھیر لیتا ہوں اور واپس لوٹ آتا ہوں۔

پیارے آقا ربوہ کا ہر باسی آپ کی راہ تک رہا ہے۔ خدا جانتا ہے یہ جدائی کتنی لمبی ہے

لیکن آقا آپ کی محبت کا شعلہ بجھ نہیں سکتا۔ زمین و آسمان کے خالق کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں یہ فروزاں رہے گا مصائب اور ابتلاء کی آندھیاں اسے بجھا نہ سکیں گی۔ انشاء اللہ۔

وابستگانِ قدرتِ ثانیہ کا ایک فرض جو اُوپر میں نے آیت تلاوت کی ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ یَعْبُدُوْنَنِیْ وَلَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا کہ وہ میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ وہ صرف خدا کے عبد ہوتے ہیں کسی اور کے بندے اور غلام نہیں ہوتے خدا کی قدرتوں پر یقین رکھتے ہیں اور کسی کو اُس کی طاقت میں شریک نہیں ٹھہراتے۔ وہ توحید کے پرستار ہوتے ہیں۔ صرف اُس قدرتوں والے کے سامنے جھکتے ہیں کسی غیر اللہ سے بھیک نہیں مانگتے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب ہو کر فرمایا:

خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس

اے ابنائے فارس توحید کو لازم پکڑو توحید کو لازم پکڑو۔

یہ خطاب ہر احمدی سے ہے کہ خدا کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ اس کے عبد بن جاؤ اپنی ہر خواہش اُس کی خواہش کے تابع کر لو۔ بانیٔ سلسلہ اپنے رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں:۔

"اے سننے والو سُنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اس کے ہو جاؤ اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا" (الوصیت صفحہ ۱)

عزیزانِ کرام جب بندہ کا جینا اور مرنا خدا کے لئے ہو جائے تو نصرتِ باری اُس کے شاملِ حال ہوتی ہے ملائکہ کی تائید اسے حاصل ہوتی ہے۔

پس ہر دروازہ بند کر کے اُس کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ کہ وہ ہر خیر کا مالک ہے۔ آپ سو رہے ہوں گے غافل ہوں گے تو وہ خدا جس کے آپ ہو چکے ہیں آپ کی حفاظت کریگا۔

آج کی صحبت میں میں آخری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک فرض وابستگانِ قدرتِ ثانیہ کا آیت استخلاف کے آخر میں بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے

مَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

یعنی نعمتِ خداوندی کا شکر۔ نعمت کا شکر نعمت کو بڑھاتا ہے۔

خدائی وعدہ ہے وَلَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ کہ اگر تم میری نعمت کا شکر کرو گے تو مَیں تم پر مزید فضل نازل کروں گا لیکن اگر کفرانِ نعمت کرو گے اور میرے حلقہ اطاعت سے باہر

نکل جاؤ گے تو فاسق ہو گے اور فاسق کے معنی ہی اطاعت سے نکلنے اور نافرمانی کے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب اس نعمت کی ناقدری کی تو خدا کی تلوار بے نیام ہوئی اور اُمّت کو وہ نقصان پہنچا جس کا ازالہ آج تک نہ ہو سکا۔ میرا اشارہ اُس واقعہ کی طرف ہے جب فتنہ گروں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تو حضرت عبد اللہؓ بن سلام راشد خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خدمات پیش کیں۔ سیّدنا حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ باہر رہ کر زیادہ بہتر خدمات انجام دے سکتے ہیں تب عبد اللہؓ بن سلام باہر آئے باغیوں کو مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"اے لوگو اس شہر میں جہاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا تمہارے ساتھ فرشتے بستے تھے۔ خدا کا خوف کرو۔ خدا کی قسم اگر تم نے اس عظیم انسان کو قتل کر دیا تو تمہارے اس عمل کے سبب فرشتے یہاں سے چلے جائیں گے اور خدا کی تلوار ایسی بے نیام ہو گی کہ پھر وہ قیامت تک میان میں نہ جائے گی۔"

یہ الفاظ ابواب التفسیر ترمذی میں ہیں۔ اِسی مفہوم کے الفاظ تاریخ الخلفاء میں امام جلال الدین سیوطی نے نقل کئے ہیں۔

پس ہمارا فرض ہے کہ خدا نے جب ہمیں ایک ہاتھ پر جمع کیا ہے قدرتِ ثانیہ عطا کی ہے تو اس نعمت کی قدر کریں۔ وہ ہاتھ جس سے ہم نے رکاب تھامی ہے اُسے ڈھیلا نہ ہونے دیں خدا کی نعمت کا عملی شکر ادا کریں اُس کی نعمت کی ناشکری کرنے والے نہ ہوں۔ احسان مند شخص تو ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت پر بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ خدا کی یہ نعمت کتنی عظیم ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ نے فرمایا:۔

"اُس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔"

خدا سے دُعا ہے کہ یہ نعمت قیامت تک ہمیں حاصل ہو اور ہماری نسلیں قیامت تک اس سے وابستہ رہیں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

وَ آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

○

زبان کی لغزش بیشمار فتنوں کا باعث ہے اور روحانی ترقی میں روک ہے

اِحْفَظْ لِسَانَکَ (حدیث مشکوٰۃ)

(مکرم غلام رسول صاحب اعوان - ڈیرہ غازی خان)

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوقات پر بزرگی بخشی ہے۔ اس کے شرف کا باعث "کلمہ البیان" ہے۔ وہ اپنے دل کے خیالات اور جذبات کا اظہار زبان سے کرتا ہے اور اِسی وجہ سے اس کو کائنات پر فرمانروائی حاصل ہے مگر یہ بھی سچ ہے کہ انسان پر بہت سی مصیبتیں بھی اس کی زبان ہی کی وجہ سے آتی ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زبان کی حفاظت کرو (اِحْفَظْ لِسَانَکَ) کیونکہ زیادہ تر بلائیں انسان پر زبان کی وجہ سے نازل ہوتی ہیں (اَلْبَلَاءُ مُوَکَّلٌ بالمنطق)۔ حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ دُنیا میں بیشتر جھگڑے اور لڑائیاں زبان کی لغزش کی وجہ سے ہوتی ہیں اور یہی لغزشیں بے شمار فتنوں کا باعث بن جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ تلوار کا زخم تو مندمل ہو جاتا ہے مگر زبان کا زخم مندمل نہیں ہوتا یہ دل پر لگتا ہے اور ہمیشہ ہرا رہتا ہے۔ اِس لئے سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہی زبان ہی تو ہے جس کی لغزشوں کی وجہ سے لوگ اوندھے مُنہ جہنم میں گرائے جائیں گے۔ (حدیث)۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی زبان اُس پہ حکمران ہو وہی اس کی ہلاکت اور موت کا فیصلہ کرتی ہے۔

حضرت رابعہ بصری عارفہ تھیں۔ کہتے ہیں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو سُنکر اور اِس نصیحت کو اہم جان کر اپنے لفظوں میں گفتگو کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ آپ قرآنی آیات کے سوا کوئی اَور کلمہ زبان سے نہ نکالتی تھیں۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن مبارک نے اِس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ کیا آپ نے یہ آیت قرآن میں نہیں پڑھی "ما یلفظ من قول الا لایہ رقیبٌ عتید" کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الفاظ کو ریکارڈ کرنے والی اور نگران گارد ہر انسان پر متعین ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر زبان پر قابو رکھا جائے اور کوئی ناروا اور دِلآزار بات مُنہ سے نہ نکالی

جائے تو انسان امن میں رہتا ہے۔ مشہور ہے کہ پاؤں کی لغزش سے زبان کی لغزش زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ زبان کی چھری سے جو زخم لگتا ہے وہ زیادہ گہرا ہوتا ہے اور آسانی سے نہیں مٹتا۔ انسان اسکو برسوں اپنے دل میں پالتا رہتا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ تم زبانوں پر حکمرانی کرو ایسا نہ ہو کہ زبانیں تم پر حکمرانی کریں اور مُنہ سے اناپ شناپ بولتے رہو۔

نفسیات کی رُو سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسان اپنی زبان سے درشت کلمات اُس وقت نکالتا ہے جب اُس کو کسی پر غصہ آتا ہے۔ غصّہ کی وجہ چاہے کچھ ہو وہ اپنی زبان سے غصّہ کا اظہار کرکے انتقام لینا چاہتا ہے اور اس سے اپنے نفس کو تسکین دیتا ہے مگر وہ یہ نہیں سمجھتا کہ مَیں اس جوابی کارروائی سے کتنا عظیم نقصان برداشت کر رہا ہوں اور اس کے نتائج کتنے دُور رس ہوں گے اور نہ جانے کتنے جھگڑوں اور فساد کا باعث ہوں گے۔ اگر وہ تحمل اور بُردباری سے کام لیتا، ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرتا اور خاموشی اختیار کر لیتا تو کتنی زحمتوں سے بچ جاتا۔ پس عفوودرگذر کی صفت کو انسان اگر اپنے اندر پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائے اور ہر اُس معاملہ کو جو اپنے مفاد یا وقار کے خلاف دیکھے صبر کرکے برداشت کرلے اور اپنے مُنہ سے کوئی ناشائستہ کلمہ نہ نکالے اور معاملہ حوالہ بخدا کردے تو نہ صرف خدا تعالیٰ کے ہاں اجرِ عظیم کا مستحق ٹھہرے گا بلکہ لوگوں کی نظر میں بھی اُس کا وقار بلند ہو جائے گا کیونکہ جس وقار کی بحالی کے لئے وہ اپنی زبان کھولتا ہے وہ اس سے بحال نہیں ہوتا بلکہ درشت زبان استعمال کرکے اُلٹا ذلیل ہو جاتا ہے پس عفوودرگذر یا دوسروں کی چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں سے اغماض کرنا بے عزّتی نہیں بلکہ عین عزّ و شرف ہے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک بار موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے میرے پروردگار! مجھے بتا کہ انسانوں میں سے تجھے کونسا آدمی زیادہ پسند ہے۔ فرمایا وہی جو انتقام لینے کی طاقت رکھتے ہوئے معاف کر دے۔

پس عفوودرگذر اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم صفت ہے اور اگر بندہ اِس صفت پر عمل کرکے اپنی زبان قابو میں رکھے اور انتقام نہ لے تو اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جائے۔ انسان دُنیا میں اِس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرے مگر اس کی راہ میں بہت سی روکاوٹیں ہیں اور ایک بہت بڑی روک زبان کا ناجائز استعمال ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی صبح کو ایماندار ہوگا تو شام کو کافر اور شام کو ایماندار ہوگا تو صبح کو کافر۔ مطلب اِس کا یہ ہے کہ کفر کی وجہ یہ ہوگی کہ اُس کی زبان سے چند ایسے ناپسندیدہ کلمے نکل جائیں گے جو اسے کافر بنا دیں گے اور اس کے

سارے اعمال کو ضائع کر دیں گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے اسی طرح نکتہ گیر بھی ہے۔ ایک ناروا اور گستاخی کا کلمہ نکالنے سے اللہ تعالیٰ انسان کے تمام عمل ضائع کر دیتا ہے اور پھر اس کی ناراضگی سے اُسے کوئی چیز بچا نہیں سکتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھی ہیں۔ ایک عورت نے دریافت کیا کہ حضورؐ اِس کا سبب کیا ہے۔ فرمایا عورتیں اپنی بدزبانی کی وجہ سے جہنم میں زیادہ جائیں گی کیونکہ وہ اپنے خاوندوں کے احسانات کی ناشکری کرتی ہیں اور جب کبھی کوئی بات ہو تو کہہ دیتی ہیں کہ میں نے کبھی تیرے گھر میں سُکھ نہیں پایا حالانکہ اُس کے خاوند نے اُس کو خوش رکھنے میں کوئی دقیقہ بھی نہ اُٹھا رکھا ہو۔

غرض زبان اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک زبردست احسان ہے اور اس سے ہی اُس کا شرف ہے۔ اسی زبان سے ہی اللہ تعالیٰ کی سپاس گذاری کرکے اس کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے لیکن اِس زبان کی وجہ سے موردِ عذاب بھی بن جاتا ہے اور ناپسندیدہ کلمہ کے سبب اپنے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص دو اعضاء کو اپنے قابو میں رکھے گا میں اس کی جنّت کا ضامن ہوں اُن میں سے ایک زبان ہے۔ پس ہم لوگوں کو اِس بارہ میں خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ کہیں زبان کی لغزش ہمارے لئے مصیبت کا باعث نہ بن جائے۔ جب کبھی نفس کی طرف سے غصّہ کی آگ بھڑکے اور زبان سے اُس کا اظہار کرنا پڑے تو ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ کہیں یہ عمل ہمیں اللہ تعالیٰ کے عتاب کا مورد نہ بنا دے۔ زبان قابو میں رکھو۔ کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ۔ پانی پی کر غصّہ کی آگ کو ٹھنڈا کرو۔ اس مقام کو چھوڑ دو۔ استغفار پڑھو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو۔ اگر غصّہ کے وقت زبان کھولی گئی تو حالات بگڑ جائیں گے اور ان کی اِصلاح مشکل سے ہو سکے گی کیونکہ جب غصّہ آتا ہے تو عقل رفو چکر ہو جاتی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ خاموشی سے پیدا ہونے والی خرابی کا تدارک تو آسان ہے مگر گفتگو سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اُس کا ازالہ مشکل ہے لہٰذا خاموشی غصّہ کا بہترین علاج ہے۔

اِس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ ہماری رُوحانی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی زبان کی لغزش ہے جس کا ارتکاب ہم سے بار بار ہوتا ہے۔ اگر ہم نے احمدیت میں داخل ہو کر اپنی اِصلاح نہ کی اور مسیحِ پاک کی تعلیم پر عمل نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کر سکے تو ہم سے زیادہ بدنصیب اور کون ہوگا۔ ان کی تعلیم تو یہ ہے کہ ؎

گالیاں سُن کر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ اِنکسار

پھر فرمایا:۔
"کسی سے جھگڑا نہ کرو۔ زبان بند رکھو۔ گالیاں دینے والے کے پاس سے چُپکے سے گذر جاؤ گویا سُنا ہی نہیں اور اُن لوگوں کی راہ اختیار کرو جن کے لئے قرآن شریف نے فرمایا ہے واذا مرّوا باللغو مرّوا کراماً جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اُسی قدر اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہوگا۔" (کشتی نوح)

غرض یہ بات مسلّمہ ہے کہ انسان غصہ میں ناشائستہ باتوں کے ارتکاب کرنے کے بعد سخت شرمندہ اور نادم ہوجاتا ہے اور اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ روتا ہے اور استغفار بھی کرتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ کاش! ایسے حالات پیدا نہ ہوتے۔ یہ جُرم مجھ سے سرزد نہ ہوتا۔ مگر جو بات ایک بار زبان سے نکل جائے وہ واپس نہیں آسکتی۔ اپنا اثر دلوں پر چھوڑ جاتی ہے۔ اِسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ کوئی بات ایسی مُنہ سے نہ نکالو جس کے لئے بعد میں معذرت کرنی پڑے۔

اگر انسان زبان پر قابو پالے اور ناشائستہ اور ناروا بات مُنہ سے نہ نکالے تو خدا کے غضب سے بچ جائے اور اُس کا دین اور دُنیا بھی سنور جائے کیونکہ اِسلام کی نظر میں معزز اور مکرّم وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مخلوقِ خدا محفوظ رہے۔ اِس بُرائی سے بچنے کا ایک طریق یہ بھی ہے جو مَیں نے آزمایا ہے کہ ہر روز صبح اُٹھ کر یہ تہیہ کر لیا جائے کہ آج کے دن مَیں کسی کو ناراض نہ کروں گا نہ زبان سے اور نہ کسی اَور عمل سے خواہ کچھ ہوجائے۔ خواہ اپنا مفاد بھی چھوڑنا پڑے اور اِس عہد کو پوری طرح نبھاوے۔ چند دنوں کی کوشش سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق مِل جائے گی اور نفس مغلوب ہوجائے گا۔

رمضان المبارک کے مبارک ایّام میں بدی کو بھی چھوڑنے کی ہم نے تربیت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ہر کمزوری اور خامی کا چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کی بُرائیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین اللّٰھم آمین

○

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تورات و انجیل کی پیشگوئیاں

(مکرم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم)

(سلسلہ کے لئے دیکھیں انصار اللہ ماہ جون)

عیسائی حضرات کی اس پیشگوئی کو حضرت مسیحؑ پر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش

عیسائی اِس پیشگوئی کو حضرت مسیح علیہ السلام پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر پیشگوئی کی علامات اور الفاظ بتاتے ہیں کہ اس کا حضرت مسیحؑ پر چسپاں کرنا غلطی ہے۔

یہ پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام پر کسی صورت بھی چسپاں نہیں ہو سکتی۔ اگر اسے ان پر چسپاں کیا جائے تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریعی نبی نہ تھے اور حضرت موسیٰؑ تشریعی نبی تھے۔ اس کی دلیل حضرت مسیح علیہ السلام کا وہ قول ہے جو انجیل متی باب ۵ آیت ۱۷، ۱۸ میں آیا ہے :-

۱۔ "یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ شریعت کا ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔"

۲۔ لیکن اگر بفرضِ محال حضرت مسیحؑ کو تشریعی نبی بھی مان لیا جائے تب بھی وہ موسیٰؑ کی مانند نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے حواریوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ

"شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں مسیحؑ نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا" (گلتیوں باب ۳ آیت ۱۲، ۱۳)

گویا مسیحؑ خود کسی شریعت کے لانے کے مدعی نہیں اور ان کے حواری شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیحؑ اور ان کی قوم اس پیشگوئی کی مستحق ہو!

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

وفا ۱۳۶۴ ہش

جولائی ۱۹۸۵ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیرانِ اعزازی

- ملک صلاح الدین صاحب بھارت
- مبارک احمد صاحب ساقی لندن
- کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:- سیّد عبدالحی کتابت:- حمید الدین

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

فہرست

شرح چندہ

پاکستان	———	بیس۲۰ روپے سالانہ
امریکہ، کینیڈا، جزائر فجی	بذریعہ ہوائی ڈاک:	پندرہ۱۵ ڈالر سالانہ
	〃 بحری ڈاک:	آٹھ۸ 〃 〃
دیگر ممالک	بذریعہ ہوائی ڈاک:	چھ۶ پونڈ سالانہ
	〃 بحری ڈاک:	تین۳ 〃 〃

قیمت فی پرچہ ——— دو۲ روپے

۳۔ پھر پیشگوئی کے الفاظ "مَیں اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالوں گا" انجیل پر صادق نہیں آتا کیونکہ اس میں خدا کے کلام کی بجائے حضرت عیسیٰؑ کے سوانح ہیں یا ان کے بعض خطابات یا پھر حواریوں کی باتیں۔

۴۔ پھر پیشگوئی میں موعود کو نبی بنایا گیا ہے مگر مسیح کے متعلق مسیحی قوم کہتی ہے کہ وہ خدا کا بیٹا تھا نبی نہیں تھا بلکہ خود مسیح نے نبی ہونے سے بظاہر انکار کیا ہے جیسا کہ مرقس بات ۸ آیت ۲۷-۳۰ سے معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ پھر پیشگوئی میں تھا "جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا" مگر اناجیل میں تو کوئی ایک فقرہ بھی ہمیں نہیں ملتا جس میں مسیح نے یہ کہا ہو کہ خدا نے مجھے یہ بات لوگوں کو پہنچانے کا حکم دیا ہے۔

۶۔ پھر پیشگوئی کے الفاظ "جو کچھ مَیں اسے کہوں گا وہ سب ان سے کہے گا" مسیح پر ہرگز صادق نہیں آتے کیونکہ وہ خود کہتا ہے "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ مَیں تمہیں کہوں پر اب تم اس کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ رُوحِ حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی اِس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ سُنے گی سو کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی۔" یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲، ۱۳۔

یہی حال بقیہ تمام الفاظِ پیشگوئی کا ہے کہ وہ ہرگز حضرت مسیح پر پُورے نہیں اُترتے۔

تورات میں مذکورہ دوسری پیشگوئی

تورات میں مذکور دوسری پیشگوئی جس کا مَیں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ بھی پانچویں کتاب استثناء میں ہی باب ۳۳ آیت ۲ میں اِس طرح بیان ہوئی ہے:۔

"اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہؤا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہؤا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اِس کلام میں اپنے تین جلوے بتائے ہیں ان میں سے پہلا جلوہ سینا سے ظاہر ہؤا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے توریت میں لکھا ہے:۔

"اور خداوند کوہ سینا پہاڑ کی چوٹی پر نازل ہؤا اور خداوند نے پہاڑ کی چوٹی پر موسیٰ

کو بُلایا اور موسیٰ چڑھ گیا۔" (خروج باب ۱۹ آیت ۲۰)

پھر دوسرے جلوے کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ شعیر سے طلوع ہوگا۔ شعیر وہ مقام ہے جس کے آس پاس حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات ظاہر ہوئے۔ پس شعیر سے طلوع ہونے کے معنی حضرت مسیح علیہ السلام کے ظہور کے ہیں۔

پھر تیسرے جلوے کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ فاران سے ظاہر ہونا تھا۔ فاران سے مراد وہ پہاڑ ہیں جو مدینہ اور مکّہ کے درمیان ہیں۔ چنانچہ عربی جغرافیہ نویس ہمیشہ سے ہی مدینہ اور مکّہ کے درمیانی علاقہ کا نام فاران رکھتے چلے آئے ہیں۔ فاران یقینی طور پر عرب اور حجاز کا ہی علاقہ ہے اور تورات سے ثابت ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اسی فاران کے میدان میں رہے تھے جیسا کہ پیدائش باب ۲۱ آیت ۲۰، ۲۱ میں لکھا ہے:-

"اور خداوند اس لڑکے (یعنی اسماعیل) کے ساتھ تھا اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا اور تیرانداز ہوگیا اور وہ فاران کے بیابان میں رہا اور اس کی ماں نے ملکِ مصر سے ایک عورت اس سے بیاہنے کو لی۔"

تاریخ کا سب سے بڑا ثبوت قومی روایات ہی ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ایک قوم سینکڑوں سالوں سے اپنے آپ کو بنو اسمٰعیل کہتی چلی آرہی ہے اور اس کے بیان کو مزید تقویت اس بات سے یہ حاصل ہوتی ہے کہ دُنیا کی اَور کوئی قوم اپنے آپ کو بنو اسماعیل نہیں کہتی۔ پھر جہاں بائیبل مانتی ہے کہ بنو اسمٰعیل فاران میں رہے وہاں عرب کے لوگ بھی مکّہ سے لے کر شمالی عرب کی سرحد تک کے علاقہ کو فاران کہتے چلے آرہے ہیں۔ پس یقیناً یہی علاقہ فاران تھا جیسا کہ یقیناً قریش ہی بنو اسمٰعیل تھے اور فاران سے ظاہر ہونے والا جلوہ عربوں سے ہی ظاہر ہونے والا تھا۔

علاوہ ازیں مغربی محققین کے بیانات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

۱۔ انسائیکلو پیڈیا ببلیکا کالم ۳۵۸۴ میں JEROME نے فاران کو THE DESERT OF THE SARACENS مسلمانوں کے صحرا سے بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ MAKRIZI جس کو BURCKHARDT اعلیٰ مؤرخ قرار دیتا ہے کہتا ہے IT IS SAID THAT FARAN IS THE NAME OF THE MOUNTAINS OF MECCA یعنی یہ کہا جاتا ہے کہ فاران مکّہ کے پہاڑوں کا نام ہے۔ بحوالہ TRAVELS

IN SYRIA AND THE HOLY LAND P. 617

۳۔ JACUT'S GEOGRAPHISCHES WORTERBUCH (F. WUSTENFELD, LEIPZIG, 1862 VOLUME III PAGE 834) میں کہتا ہے کہ فاران مکّہ کا نام ہے اور یہ مکّہ کے پہاڑوں پر بھی بولا جاتا ہے۔

۴۔ DR. A. BENISCH نے اپنے PENTATENCH کے ترجمہ میں اسے THE DESERT OF PARAN کہا ہے یعنی فاران کا صحرا۔

استثناء باب ۳۳ آیت ۲ کی اِس پیشگوئی میں آنے والے موعود کے متعلق یہ بتانے کے بعد کہ وہ فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوگا دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے گا۔ اِس جگہ دس ہزار قدوسیوں سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکّہ کے موقع پر دس ہزار صحابہؓ کا موجود ہونا ہے۔ اتنی بڑی تعداد کسی اور نبی کے ساتھ ایک جگہ کبھی جمع نہیں ہوئی۔ اور پھر صحابہؓ کے قدوسی ہونے کا ثبوت بھی قرآن کریم سے ملتا ہے "رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ" سورہ توبہ آیت ۱۰۰ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ صرف بارہ حواری تھے مگر ان میں سے بھی ایک نے تو تیس روپے لے کر حضرت مسیحؑ کو گرفتار کرا دیا۔

اور دوسرے نے آپ پر لعنت ڈالی۔

اور باقی سب گرفتاری کے وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے ایسے جاں نثار صحابہؓ بخشے جنہوں نے ہر مشکل گھڑی میں آپ کا ساتھ دیا اور اپنی جانیں قربان کرکے آپؐ کی حفاظت کی۔

پھر تیسری علامت یہ بتائی گئی تھی کہ اُس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ہوگی۔ اس جگہ قرآنی شریعت کو آتشی شریعت اِس لئے کہا گیا ہے کہ آتش کے دو فائدے ہوتے ہیں اوّل جلانا دوسرے نور دینا۔ گرم پانی یا گرم لوہا دوسری چیز کو جلا تو سکتا ہے مگر وہ کسی کو نور نہیں دے سکتا مگر آگ جلانے کے علاوہ نور بھی دیتی ہے۔ پس آتشی شریعت کہہ کر بتایا گیا ہے کہ وہ ایسی شریعت ہوگی جو دو کام کرے گی اس میں ایک طرف تو نار ہوگی اور دوسری طرف نور ہوگا۔ وہ ایک طرف تو تمام گندی اور بُری باتوں کو جلا کر راکھ کر دے گی اور دوسری طرف لوگ اس سے نور حاصل کریں گے۔

غرض فاران سے دس ہزار قدوسیوں سمیت ایک الٰہی جلوہ کے ظہور کا وعدہ تھا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پورا ہوا۔ فتح مکہ کے وقت آپؐ کے ساتھ دس ہزار قدوسی صحابہؓ بھی تھے اور پھر موسیٰؑ کے بعد شریعت لانے کا دعویٰ بھی آپؐ کے سوا اور کسی نبی نے نہیں کیا۔

علاوہ ازیں حبقوق نبی کی کتاب باب ۳ آیت ۳ بھی فاران سے الٰہی جلوہ کے ظہور کا ذکر کرتی ہے جہاں لکھا ہے :-

"آئے گا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے۔ آسمان کو جلال سے چھپا دیا اوسکی ستائش سے زمین بھر گئی"

پرانے عربی ترجموں میں "اوسکی ستایش سے زمین بھر گئی" کے بجائے یہ لفظ لکھے ہیں وَامْتَلَأُ الْاَرْضُ مِنْ تَحْمِيْدِ اَحْمَدَ یعنی اور بھر گئی زمین ستایش سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ محمد بمعنی ستایش کیا گیا اور احمد بڑا ستایش کیا گیا۔ کیونکہ صیغہ افعل مبالغہ فاعل اور مفعول دونوں کے لئے آتا ہے۔

قرآن کریم نے اس پیشگوئی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بیان کیا ہے دیکھو:- وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ یعنی قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طُورِ سینین کی اور اس شہر امن والے کی۔

اِن تین مقامات کی خصوصیت نہایت غور کے قابل ہے۔ عہدِ عتیق میں اس تخصیص کی وجہ مفصل مذکور ہوئی تھی۔ قرآن کا طریق ہے کہ جس بات کی تفصیل عہدِ عتیق و جدید میں نہ ہو اس کی تفصیل کرتا ہے اور جس کا بیان وہاں مفصل ہو اس کی طرف مجمل اشارہ کرتا ہے۔ اب دیکھو قرآن نے مسیحؑ کے مبدائے ظہور کو تین اور زیتون سے تعبیر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زیتون کے پہاڑ کے پاس مسیحؑ نے ایک گدھے کا بچہ منگوایا اور اس کے ذریعہ سے اپنی نسبت ایک بڑی پیشگوئی کو ثابت کیا۔ دیکھو لوقا باب ۱۹ آیت ۲۹ - ۳۵ - مرقس باب ۱۱ آیت ۱ متی باب ۲۱ آیت ۱ -

تین کے درخت کے پاس ایک معجزہ ظاہر کیا دیکھو مرقس باب ۱۱ آیت ۱۲ - ۱۴ اور انجیر کا نشان دینے پر ایک شخص ایمان لایا۔ یوحنا باب آیت ۴۸ - ۵۱ -

وادیٔ فاران اور دشتِ فاران کی تفسیر قرآن نے یہ فرمائی ہے کہ فاران سے شہر مکہ (بلد الامین) مراد ہے جہاں مسیحؑ جیسا البشیر اور موسیٰؑ جیسا بشیر و نذیر نکلا جس کی شریعت کی نسبت کہا گیا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ

(باقی ص۳۵ پر)

ایڈیٹر کے نام مکتوب

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب ماہنامہ انصار اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ڈاکٹر عقیل بن عبد القادر کی شہادت کا واقعہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ اخبار ڈان میں شائع ہوا ہے جس کا ترجمہ شاملِ ہٰذا ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کے متعلق مَیں اپنے طور پر چند سطور لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف متقی، غریب پرور اور دوستوں کے مُحسن تھے۔ ایسی اعلیٰ صفات سے متصف انسان بنی نوع انسان پر احسانات کے عادی ہوتے ہیں اور دُنیا مُحسن کشی کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے ان انسانیت پرور لوگوں کی زندگی کے درپے رہتی ہے۔ مجھے ربوہ کی تعمیر کے دنوں کا ایک واقعہ نہیں بھولتا جہاں کہ ریستوران میں ایک دفعہ چائے پی رہے تھے۔ ڈاکٹر عقیل نے میری طرف دیکھتے ہوئے فوراً کہا: عزیز صاحب مَیں آپ کو متنبہ کر رہا ہوں کہ صحت کے لحاظ سے آپ ایک کرائسس کا شکار ہو رہے ہیں۔

'AZIZ! I WARN YOU, YOU ARE HEADING TOWARDS A CRISIS.'

ڈاکٹر صاحب کی محبّت بھری وارننگ کے الفاظ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔

ربوہ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے استقبال کے لئے اہالیانِ ربوہ لائل پور سرگودھا روڈ پر جمع تھے مَیں بھی وہاں موجود تھا کسی نے مجھے بتایا کہ میری ایک عزیزہ اچانک سخت بیمار ہوگئی ہے مَیں فوراً گھر پہنچا تو یہ معلوم کر کے میرا دل ڈاکٹر عقیل کے لئے محبّت اور احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہوگیا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف میرے گھر پہنچنے سے پہلے مریضہ کو دیکھ گئے اور ادویہ دے گئے ہیں۔

میرے نہایت ہی عزیز دوست چوہدری بشیر احمد باجوہ برادرِ اصغر چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ

بغیر علاج کرتے تھے۔ آج کے کئی مشہور ماہرینِ طبّ اور سرجن بشمول L.M.C. کے پرنسپل پروفیسر ALMANI ڈاکٹر عقیل کے شاگرد رہ چکے ہیں

یاد رہے کہ ان کے بڑے بھائی جو ایک نامور تاریخ دان تھے تقریباً ان ہی حالات میں اسی طرح چند سال قبل خیرپور میں قتل کر دئے گئے تھے۔

ڈاکٹر عقیل کے والد پروفیسر عبد القادر پٹنہ (بہار) میں فلسفہ کے پروفیسر تھے۔

جماعتِ احمدیہ کراچی کے اعلامیہ کے مطابق وہ جماعتِ احمدیہ کے ایک اہم رُکن تھے اور سندھ میں احمدیوں کے قتل کے سلسلہ میں ان کا ساتواں قتل ہے۔"

نوائے وقت ۱۱ رجون ۱۹۸۵ء:-

"حیدر آباد کے ماہر امراضِ چشم پروفیسر عقیل بن عبد القادر کو قتل کر دیا گیا

حیدر آباد ۱۰ رجون (نمائندہ نوائے وقت) حیدر آباد کے ماہر امراضِ چشم اور آئی ہسپتال کے سربراہ پروفیسر عقیل بن عبد القادر کو دن دہاڑے ۱۲ بجے کے قریب ان کے کلینک کے باہر نامعلوم قاتل نے چاقو کے پے درپے وار کرکے اور شہ رگ کاٹ کر ہلاک کر ڈالا۔ مرحوم کی نعش تدفین کیلئے روانہ کر دی گئی۔ قتل کے بعد قاتل پیدل فرار ہوگیا۔ ڈویژنل کمشنر علی محمد جی شیخ، ڈپٹی کمشنر حیدر آباد شفیق الرحمٰن پراچہ اور ایس ایس پی بجل سانگری نے موقع پر پہنچ کر جائے حادثہ کا معائنہ کیا۔ بتایا جاتا ہے کہ ڈاکٹر عقیل بن عبد القادر اپنے ایک دوست کے ہمراہ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے اپنے کلینک پر آئے جہاں ان کے دوست کار سے اُتر کر اندر چلے گئے اور پروفیسر عقیل اپنا سامان کار سے باہر نکال رہے تھے کہ اچانک ایک شخص نے چھری سے ان کی گردن پر حملہ کیا اور تابڑ توڑ تین ضربیں گردن پر لگائیں جس کی وجہ سے شہ رگ کٹ گئی اور خون کا فوّارہ پھُوٹ نکلا۔ ملزم برابر والی گلی میں پیدل فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ دوسری طرف ڈاکٹر عقیل کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی کار میں بیٹھے اور کار سٹارٹ کرکے سامنے چند قدم کے فاصلے پر سول ہسپتال گئے لیکن جب وہ ہسپتال کے دروازہ میں داخل ہوئے تو خون کی مقدار زیادہ بہہ جانے سے نڈھال ہو کر گر گئے۔ اِسی دَوران ماہر امراضِ اطفال پروفیسر ابراہیم میمن نے جو اس وقت موجود تھے انہیں سہارا دیا اور سٹریچر منگوا کر ای۔ این۔ ٹی وارڈ میں لے جا رہے تھے کہ راستے میں ہی وہ زخموں کی تاب نہ لا کر دَم توڑ گئے۔

—

مرحوم عقیل بن عبدالقادر کے والد پروفیسر ابوالفتح محمد عبدالقادر اسلامیہ کالج کلکتہ کے پرنسپل اور دادا پروفیسر عبدالماجد بھاگل پور (بہار) کے معروف علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر پٹنہ میڈیکل کالج سے ۱۹۴۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان آرمی میں بحیثیت میجر شمولیت اختیار کی اور کشمیر کے محاذ پر اپنی خدمات انجام دیں۔ لاہور سے کراچی منتقل ہونے کے بعد ڈاؤ میڈیکل کالج کراچی میں پروفیسر کی خدمات انجام دیں اور ۱۹۵۶ء سے لیاقت میڈیکل کالج کے آئی ہسپتال میں تقریباً بیس سال تدریس کے فرائض انجام دئے۔ آئی ہسپتال کے انچارج بھی رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد پرائیویٹ پریکٹس کر رہے تھے۔

(بقیہ صفحہ ۳۱)

دِیْنًا۔ (سورۃ المائدہ آیت ۴)

یعنی آج میں نے تمہارے فائدہ کے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر احسان کو پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام پسند کیا ہے۔ (باقی)

جامعہ احمدیہ میں داخلہ کا انٹرویو ۱۷؍اگست کو ہوگا

امسال جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے واقفینِ زندگی طلباء کا انٹرویو انشاءاللہ ۱۷؍اگست ۱۹۸۵ء کو ہوگا لیکن داخلہ کے لئے درخواستوں کے موصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۱؍جولائی ۱۹۸۵ء ہے۔ داخلہ کے لئے درخواستیں مقامی جماعت کے امیر یا صدر کی وساطت سے آنی چاہئیں۔

(وکیل الدیوان تحریکِ جدید ربوہ)

بلا تبصرہ

● میں نے اہم اداروں میں وہ بُت توڑے جو سوشلزم کی علامت سمجھے جاتے تھے۔
● جماعت کے پلیٹ فارم سے میرے ساتھ کام کرنے والوں نے گھر اور کارخانے بنائے اور ذاتی اغراض کی تکمیل کے ساتھ امراء کا اعتماد بھی حاصل کیا۔
● میں نے مقاصد کو عزیز رکھا اور سب کچھ کھو دیا، جماعت کی سب تدبیریں اُلٹی ہوگئیں
● ہمارے ملک کی جماعتوں میں صرف جاگیرداروں، وڈیروں اور خوشامدیوں کو مقام مل سکتا ہے
● جماعت اب کردار کی بجائے گفتار کا چلن اپنا چکی ہے۔ عباس باوزیر کا انٹرویو۔

کراچی (نمائندہ جنگ) صوبائی اسمبلی کے رکن عباس باوزیر نے کہا ہے کہ وہ گذشتہ ۳۵ برس سے کالعدم جماعتِ اسلامی سے وابستہ تھے اس عرصہ میں جماعتِ اسلامی نے بڑے بڑے اداروں میں قابض سوشلسٹوں کو پیچھے دھکیلنے اور اسلامی نظریہ کی بنیاد پر مزدوروں کو منظم کرنے کی ذمہ داریاں ان کے سپرد کی تھیں اس مشن پر انہوں نے اپنی قیمتی زندگی اور اہل وعیال کا مستقبل داؤ پر لگا دیا اور کے پی ٹی، کے ڈی اے، پی آئی اے اور پاکستان ریلوے جیسے اہم اداروں میں وہ بُت توڑ دیئے جو پاکستان میں سوشلزم کی علامت سمجھے جاتے تھے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ جماعت کے پلیٹ فارم سے ان کے ساتھ مزدور فیلڈ میں کام کرنے والوں نے گھر اور کارخانے بنائے اپنے بچّوں کا مستقبل سنوارا اور انہیں اعلیٰ تعلیم دلوائی اور ذاتی اغراض کی تکمیل کے ساتھ اپنے امراء کا اعتماد بھی حاصل کیا۔ ایک انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ انہوں نے مقاصد کو عزیز رکھا اور سب کچھ کھو دیا۔ انہوں نے کہا کہ انہیں حالیہ انتخابات میں صوبائی اسمبلی کا ٹکٹ دیا گیا تھا لیکن ان کی انتخابی مہم کے دَوران صرف قومی اسمبلی کے امیدوار کے نعرے لگتے تھے لیکن انتخابات میں کالعدم جماعت کی تمام تدابیر اُلٹی ہوگئیں اور خدا نے انہیں کامیابی عطا کی۔ انہوں نے کہا کہ بعض لوگوں نے مزدوروں کی نمائندگی کے لئے میرا نام صوبائی وزارتِ محنت کے لئے تجویز کیا لیکن دوسری طرف مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا گیا۔ مجھے سماجی بائیکاٹ اور ٹانگیں توڑ دینے کی دھمکی دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ملک کی تمام سیاسی جماعتوں میں صرف جاگیرداروں، وڈیروں اور خوشامدیوں کو مقام مل سکتا

ہے۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۱۰رجون ۱۹۸۵ء)

● ہم نے اسلام کے نام پر حکومت سے تعاون کیا لیکن بدقسمتی سے اسلام نافذ نہیں ہوسکا۔

● عورتوں کا گھروں سے نکلنا دوبھر ہوگیا ہے۔ پروفیسر غفور

کراچی (نمائندہ جنگ) کالعدم جماعت اسلامی کے نائب امیر پروفیسر غفور نے کہا ہے کہ موجودہ حکومت نے گذشتہ سال کے دوران مارشل لاء کو مضبوط کرنے کے سوا کوئی کام نہیں کیا اور حکومت ابھی مزید مدت کے لئے مارشل لاء برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ وہ لانڈھی کالونی میں افطار پارٹی کے موقع پر ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اسلام کے نام پر حکومت سے تعاون کیا تھا لیکن بدقسمتی سے آج تک اسلامی نظام نافذ نہیں ہوسکا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری غفلت اور کمزوری کی بنیا پر ہمارا دشمن روز بروز مضبوط ہو رہا ہے لیکن ہم آپس کے جھگڑوں میں اُلجھے ہوئے ہیں برائیاں نقب لگاکر ہمارے گھروں میں داخل ہورہی ہیں نئی نسل کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس راہ پر گامزن ہے خواتین کا باہر نکلنا دوبھر ہوگیا ہے کیونکہ راستوں میں لڑکے ان کے پرس چھین کر فرار ہوجاتے ہیں۔ عید کارڈوں پر بھارتی اداکاروں کی تصویریں نظر آتی ہیں۔ انہوں نے کہا یہ خرابیاں اس وقت تک دور نہیں ہوں گی جبتک اسلامی نظام نافذ نہیں ہوتا۔ (جنگ ۱۳رجون ۱۹۸۵ء)

● سعودی عرب میں ۵۱ فیصد ملازمین غیر حاضر رہتے ہیں۔

بحرین (اپ پ) سعودی عرب کے سرکاری ملازمین کی تین چوتھائی تعداد دفاتر میں کام پر تاخیر سے آتی ہے جبکہ ان کا چھٹا حصہ بالکل کام نہیں کرتا۔ یہ بات ایک سرکاری سروے میں بتائی گئی ہے۔ یہ سروے ریاض کے پبلک ایڈمنسٹریشن انسٹی ٹیوٹ نے کیا تھا۔ سروے میں یہ بھی پتہ چلا ہے کہ ۵۱ فیصد اوقاتِ کار میں ہی دفتر سے چھٹی کرکے چلے جاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ماہِ رمضان میں سرکاری ملازمین دفاتر آنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کرتے۔ (جنگ ۱۳رجون ۱۹۸۵ء)

● پاکستان میں قرآن وسنت کے سوا کسی اور فقہ کا جواز نہیں: حافظ عبدالقادر روپڑی

لاہور (پ ر) امیر جماعت اہل حدیث پاکستان وفاقی شرعی عدالت کے مشیر مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ پاکستان لا الٰہ الّا اللہ کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آیا تھا اور اسی کی

خاطر لاکھوں مسلمانوں نے بیش بہا قربانیاں دیں لیکن سخت افسوس کا مقام ہے کہ آج مختلف اطراف سے یہ آواز اُٹھائی جارہی ہے کہ ملک میں فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ وغیرہ نافذ کی جائے۔ حافظ صاحب نے مقتدر علمائے دین کی طرف سے جاری کردہ بیان کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ مملکتِ خداداد پاکستان میں قرآن و سُنّت کے سوا کسی اَور فقہ کا شرعی طور پر کوئی وجود نہیں اِس لئے اگر کوئی تحریک پاکستان میں قرآن و سُنّت کے علاوہ کسی فقہ کے نفاذ کے مطالبہ کرتی ہے تو اسے ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ جماعت اہلِ حدیث کا ہر فرد اس کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔ (جنگ ۹ رجون ۱۹۸۵ء)

• کِسی مسلمان کو مسجد میں اعتکاف سے نہیں روکا جاسکتا۔

لاہور رپورٹنگ ڈیسک) قاری سعید الرحمٰن نے کہا ہے کہ کسی بھی مسجد میں کِسی بھی مسلمان کے اعتکاف بیٹھنے پر پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔ انہوں نے کہا داتا دربار مسجد میں اعتکاف پر پابندی عائد کی جانے کی خبر افسوسناک ہے حکومت کو چاہیئے کہ فوری طور پر اس کا نوٹس لے کیونکہ مسجد میں کسی بھی عبادت پر پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔ انہوں نے کہا آج کے دَور میں جب ملک میں اِسلامی نظام کے قیام کی کوششیں جاری ہیں ایسی پابندی قطعاً جائز نہیں اور یہ احکامات جاری کرنے والوں کے خلاف فوری کارروائی کی جانی چاہیئے۔ انہوں نے کہا یہ ایسا حکم ہے جسے لوگوں کو تسلیم نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اعتکاف عبادت ہی کے زمرے میں آتا ہے اور عبادت سے کوئی نہیں روک سکتا۔ دریں اثناء ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب راؤ علیم اللہ خاں نے کہا کہ انہیں اِس مسئلے کے بارے میں کچھ علم نہیں لیکن شاید یہ پابندی مسجد کی تعمیرِ نَو کی وجہ سے لگائی گئی ہو جبکہ ایڈمنسٹریٹر اوقاف داتا دربار نے کہا کہ یہ پابندی مسجد کی توسیع کے پیشِ نظر لگائی گئی ہے۔ (جنگ ۹ رجون ۱۹۸۵ء)

• ایک ارب روپے سے بھارت کے مسلمانوں اور ہریجنوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ۔

نئی دہلی (رپورٹ رمقبول دہلوی) بھارت کے صوبہ گجرات میں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں نے گذشتہ چار ماہ سے فسادات کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے بھارت کے ایک معروف ہندی جریدے "دلت وائس" ویکلی بنگلور نے اس کے بارے میں دھماکہ خیز انکشاف کیا ہے۔ جریدہ ۹ رجون کی اشاعت میں لکھتا ہے "بھارت کے اونچی ذات کے ہندوؤں نے ایک خفیہ میٹنگ میں یہ فیصلہ کرکے ہی احتجاج شروع کیا تھا کہ نیچی ذات کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے "کرش" کر دیا جائے۔ ان کو اِس قدر کمزور

جلد ۲۶	ماھنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ ۷

جون ۱۹۸۵ء

وفا ۱۳۶۴ ہش

اداریہ

آہ۔ ایک علمی خاندان کا دانشور موت کی نیند سُلا دیا گیا

ماہر امراضِ چشم ڈاکٹر عقیل مرحوم کے والد پروفیسر ابو الفتح عبد القادر صاحب متحدہ ہندوستان کی پٹنہ یونیورسٹی کے پروفیسر اور دادا مکرم عبد الماجد صاحب کلکتہ اسلامیہ کالج کے پرنسپل تھے۔ آپ کا خاندان ہندوستان کے مشہور علمی خاندانوں میں سے تھا۔

مجھے یاد ہے تقسیمِ ملک سے پہلے ایک بار بہار سے ان کی "تار" امام جماعتِ احمدیہ کو قادیان میں موصول ہوئی جسے انہوں نے S.O.S قرار دیا تھا کہ ہندو ظالموں کے ہاتھوں آپ کی اور آپ کے خاندان کی زندگی خطرہ میں ہے اور حضور نے احبابِ جماعت کو آپ کے لئے اور دوسرے مظلوموں کے لئے دعا کی تحریک کی تھی۔ پروفیسر عبد القادر صاحب مرحوم کی ہمشیرہ محترمہ آپا سارہ بیگم صاحبہ حضرت مصلح موعود کی حرم محترم تھیں۔

اللہ کی حکمت کے تحت ہندو سفاکوں سے یہ خاندان بچ کر پاکستان آگیا کہ یہ ملک ہندوؤں سے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔

پروفیسر عبد القادر صاحب مرحوم کے سارے بچے اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ پروفیسر عباس بن عبد القادر خیر پور یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ چند سال پہلے اُنہیں ظالموں نے گولی مار دی اور اب رمضان المبارک کے مبارک مہینہ میں پروفیسر عقیل کی زندگی کا چراغ گُل کر دیا۔ حدیث میں آیا ہے اِن

کر دیا جائے کہ ان کی آواز ہی نہ رہے۔ اس کام کے لئے صرف بمبئی کے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں نے ۱۵ کروڑ روپے جمع کر کے احمد آباد روانہ کئے تھے۔ ہندوؤں کی انتہا پسند جماعت "وشوا ہندو پریشد" کے صدر سوامی چند یا نند نے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے اس فیصلہ کی بھرپور حمایت کی تھی۔ راشٹریہ سیوک سنگھ کا بھی یہی کہنا ہے کہ حکومت کا انتظام اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے پاس ہی ہونا چاہیئے۔ مسلمانوں اور ہریجنوں کو اعلیٰ عہدوں پر بٹھانا ملک کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

اخبار اس سے زیادہ سنسنی خیز یہ انکشاف کرتا ہے کہ بمبئی کی انتہا پسند ہندو جماعت شیوسینا نہ صرف گجرات کے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی حمایت کر رہی ہے بلکہ اس نے ۱۵۰۰ رضا کار بھی احمد آباد روانہ کئے ہیں تاکہ وہ جی کھول کر فسادات میں حصّہ لیں۔ ان رضا کاروں کو یقین دلایا گیا کہ اگر کسی کی موت واقع ہوگئی تو اس کے پسماندگان کو شیوسینا کی جانب سے فوری طور پر ایک لاکھ روپیہ نقد دیا جائے گا۔ (جنگ ۱۶ر جون ۱۹۸۵ء)

جمیل الدین صاحب عالی جنگ ۱۱ر جون میں لکھتے ہیں :-

اس رات کراچی میں ساحل کے قریب رہنے والوں پر جو گذری سو گذری ان کے وہ متعلقین جو کراچی سے باہر تھے گھنٹوں ایک ذہنی بحران سے دوچار رہے۔ سارے پاکستان میں جو لوگ سانحے کے مختلف امکانات سے واقف ہوتے جاتے تھے غم کے مارے نڈھال ہوگئے تھے۔

مَیں آجکل اسلام آباد میں ہوں۔ صبح پانچ بجے ایک اہلِ دل ملاقاتی نے کئی بار فون پر کہا کیونکہ انہیں کراچی سے ان کے عزیزوں نے سحری کے دوران خطرے کی اطلاع دی تھی۔ مَیں سوتے سے نہ جاگا وہ دو میل سے بھاگ کر میری قیام گاہ پر آئے۔ باہر کا دروازہ کھٹکھٹایا، دھڑ دھڑایا۔ مَیں دُور اندر کے کمرے میں سوتا ہوں، نہ اُٹھا۔ انہوں نے دیوار پھاندی۔ میرے کمرے کی کھڑکی تقریباً توڑ دی۔ پھر اندر آکر خبر دی۔ مَیں نے کراچی فون کیا۔ بچے جاگے ہوئے تھے۔ گھر خالی کر رہے تھے۔ میرے گھر میں ضعیف والدہ بھی ہیں اور دو چھوٹی چھوٹی پوتیاں بھی۔ مَیں نے خوف کے ساتھ ساتھ ایک عجیب بے بسی محسوس کی۔

افواہوں کے مطابق اسّی نوّے فٹ کی لہر ساحلِ کراچی سے ٹکراتی تو کیا نتیجہ ہوتا۔ نہ صرف ساحلی علاقے غرقاب ہو جاتے بلکہ کراچی سے تیس چالیس میل کے علاقے میں بھی سب کچھ تباہ ہو جاتا۔ مَیں نے عالمِ خیال میں دیکھا کہ مَیں کیچڑ اور دلدل میں گھومتا ہؤا اپنے گھر والوں، عزیزوں اور دوستوں کی لاشیں تلاش کر رہا ہوں۔ گھر ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں۔ وبائیں پھیل رہی ہیں۔

یہی کیفیت ان ہزاروں افراد کی ہوئی ہوگی جن کے عزیز و اقارب کراچی میں رہتے ہیں۔ اور یہی کیفیت کئی دوسرے شہروں میں بھی ان پاکستانیوں کی ہوئی ہوگی جن کے عزیز و اقارب کراچی میں رہیں نہ رہیں مگر جن کے دل پاکستان کے لئے دھڑکتے ہیں اور جنہیں صحیح خبروں کے لئے آٹھ نو بجے تک انتظار کرنا پڑا۔ آخر کراچی ان کا شہر بھی تو ہے جو کراچی کے نہیں مگر پاکستانی ہیں۔

وہ لمحے بڑی اذیت کے تھے۔ مصیبت اٹھانے کی تکلیف بڑی ہوتی ہے مگر اپنوں کی مصیبت میں شریک نہ ہو سکنے کی کیفیت بھی بڑی دردناک ہوتی ہے۔ ہر شہر میں یہی ہوا ہوگا۔ مجھے اسلام آباد کے ان گھروں کا حال ضرور معلوم ہے جن سے اس دوران میں رابطہ رہا۔ ہم لوگ طے کر چکے ہوتے کہ اگر خدانخواستہ ایسا ہوگیا تو کراچی کا ہوائی اڈہ ختم ہو چکا ہوگا۔ ہم ریلوں اور موٹروں سے چل کر کہیں کلری یا زیادہ سے زیادہ دھابجی تک پہنچ سکیں گے۔ وہ بھی اگر اس آفت کے اثراتِ مابعد نے پہنچنے دیا تب۔ پھر کیا نظر آئے گا۔ جو نظر آئے گا اِن آنکھوں سے کس طرح دیکھا جائے گا۔ یا خدا رحم، رحم، رحم۔

● اِسلام کے استحقاق کو کون مجروح کر رہا ہے؟ تحریر پروفیسر وارث میر

ج۔ نامحرم کے ساتھ سفر کرنے سے کیا صرف عورت کا نکاح ٹوٹتا ہے یا مرد کا بھی؟ اور اگر عورت غیر شادی شدہ ہو یا عورت اور مرد دونوں غیر شادی شدہ ہوں تو پھر نکاح کی بجائے، شاید آسمان ٹوٹ پڑتا ہوگا؟

د۔ مسلمان عورتوں پر آپ کی طرف سے عائد کردہ یہ پابندی صرف مسلمان ملکوں اور معاشروں تک محدود ہے یا غیر اسلامی اور مغربی معاشروں میں آباد مسلمان عورتیں اور مرد بھی اس کی زد میں آتے ہیں؟ ان معاشروں میں کوئی مسلمان عورت بیکار گھر میں بیٹھ کر زندگی بسر نہیں کر سکتی جبکہ آپ کے تصوّرِ اسلام کے مطابق تو وہ غیر مردوں کے ساتھ کسی سڑک پر چند قدم نہیں چل سکتی، دفتر میں اپنے کارکن ساتھیوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتی، کسی کارخانے، کھیت، فضائی کمپنی، سٹور، تعلیمی ادارے، کمپیوٹر یا لائبریری میں کام نہیں کر سکتی۔ کیا آپ مغرب میں آباد مسلمان خاندانوں کو وہ ملک چھوڑ دینے پر مجبور کر کے اسلام کو صرف مسلمان ملکوں میں مقیّد کر دینا چاہتے ہیں؟ (جنگ ۱۶ر جون ۱۹۸۵ء)

بچوں کا صفحہ

پیارے بچو! انصار اللہ میں ہم نے کئی قسطوں میں اخلاق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کئے ہیں آج ہم آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات سناتے ہیں اور آپ سے اُمید کرتے ہیں کہ آپ اس پر عمل کریں گے۔

(۱) آپ جب کسی سے ملیں پہلے اُسے السّلام علیکم کہیں۔ عام طور پر دیکھا ہے کہ اپنے دوست کو دیکھتے ہی بات شروع کر دی جاتی ہے حالانکہ حکم ہے کہ پہلے السّلام علیکم کہو۔ اگر آپ صرف السّلام علیکم کہیں گے تو دس نیکیاں شمار ہوں گی اگر ساتھ ورحمۃ اللہ کہیں گے تو بیس۔ اگر وبرکاتہ' بھی ساتھ ملائیں تو تیس۔

پس جب آپ کسی سے ملیں یا راستہ پر جا رہے ہوں کوئی آتا دکھائی دے تو اُسے سلام کرنے میں پہل کریں خواہ وہ آپ کا واقف ہو یا نہ ہو کہ حدیث میں یہی آیا ہے کہ "سلام کہیں جسے آپ جانتے ہیں یا نہیں جانتے"۔

(۲) دوسری بات یہ کہ آپ ہر ایک کی عزّت و احترام کریں "اوئے" کے لفظ سے کسی کو نہ پکاریں۔ یہ آپ کے مہذّب اور اچھا شہری ہونے کی دلیل ہے۔ ہر شخص قابلِ احترام ہے کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔ بڑے کو چچا یا انکل کے لفظ سے پکاریں۔ ہم عمر کو بھائی کہہ کر بات کریں۔ ہمارے بچوں کو اگر مہذب اور اچھا بننا ہے تو اچھی عادات اختیار کریں۔ دائیں ہاتھ سے کھانا کھائیں۔ دائیں ہاتھ سے گلاس پکڑیں۔ کسی کو پانی پیش کریں تو گلاس دائیں ہاتھ سے پکڑیں اُوپر سے نہ پکڑیں۔ گلاس کے نیچے بایاں ہاتھ رکھیں۔ یعنی ادب اور سلیقہ سے پانی پیش کریں۔

اور بچو! کیا آپ اپنے پیارے امام کو دُعا کے لئے باقاعدہ خط لکھتے ہیں؟ ان کی دُعائیں لینے کی کوشش کرتے ہیں؟ خود بھی لکھیں اور اپنے دوست کو بھی لکھنے کی تحریک کریں۔

○

عید الفطر کے موقع پر احبابِ جماعت کے نام

سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (ایدہ اللہ تعالیٰ) کا پیغام

تمام بھائیوں، بہنوں اور بچّوں کی خدمت میں محبّت بھرا اسلام اور عید مبارک

اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور مجھے آپ کی خوشیاں دکھا کر میری آنکھیں ٹھنڈی کرے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کی جُملہ مشکلات دُور فرمائے جو اس کی راہ میں دُکھ دئے جا رہے ہیں۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شہداء اور ان کے غمزدہ خاندانوں کو اپنے فضل سے نوازے اور راہِ مولا کے اسیروں اور جوان کی رہائی کے لئے چشم براہ ہیں سب پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جلد اسلام کی ابدی فتح کی عید کا دن دکھائے۔ عزیزو! مجھے آپ سے اِنتہائی محبّت ہے۔

مرزا طاہر احمد

حضور کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ حضور نے احباب کو محبّت بھرا اسلام بھیجا ہے۔

ماہ میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور ملائکہ ندا دیتے ہیں اے بھلائی کے طالب آگے قدم بڑھا یہ نیکیاں کمانے کا مہینہ ہے اور شر کے خواہاں قدم روک یہ بُرائی کرنے کے دن نہیں۔

مرحوم ایک شریف النفس اور اپنے پیشہ میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ ان کے قتل کی خبر سُنی تو مجھے کھُلنا (بنگلہ دیش) کے نسلی فسادات یاد آگئے۔ جب مغربی پاکستان کے ایک انجنیئر کو بنگالی فسادیوں نے قتل کرنا چاہا تو اُس نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ انجنیئر نے کہا دیکھو میں کاغذ کے کارخانہ کا ایک خاکہ تیار کر رہا ہوں جو ابھی میرے دماغ میں ہے مجھے کاغذ کی سطح پر اسے لے آنے دو پھر مجھے قتل کر لینا۔ لیکن جب تعصّب نے آنکھوں پر پٹی باندھی ہو۔ جب فساد کی آگ دل و دماغ میں جل رہی ہو تو سوچنے کی کسے توفیق ہوتی ہے۔ خود میرا جوان نسبتی بھائی بنگلہ دیش کے قیام پر اپنے بھائیوں کے ہاتھوں خون میں نہا گیا۔

یہاں بھی ظالم انسان نے آنکھوں کو بصارت دینے والے، حیدر آباد کے آئی ہسپتال میں نمایاں کردار ادا کرنے والے، علاقہ کے ایک شریف النفس ڈاکٹر کی خدمات سے علاقہ کو محروم کر دیا۔

اِس کے اصل مجرم وہ بداندیش ہیں جو کھُلم کھُلا تشدّد کی تلقین کرتے ہیں۔ جو خیالات اور عقیدہ سے اختلاف رکھنے والوں کو موت کے گھاٹ اُتار دینے کا وعظ کرتے ہیں۔

صُوبہ سندھ میں اِس غریب جماعت کے افراد کا یہ ساتواں قتل ہے۔ مجھے اِس ملک سے پیار ہے کہ اِس کے قیام پر مَیں نے اپنی آنکھوں سے اپنا لُٹا ہوُا گھر دیکھا۔ میرے اعزاء پاکستان آتے ہوئے اور کیمپوں میں خدا کو پیارے ہوگئے۔ ہم نے اِس ملک کو یہ نعرہ بلند کر کے حاصل کیا تھا پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ اِلاّ اللہ۔ پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی لوگ سجدہ میں گر جاتے تھے کہ الحمدللہ اب ہماری غیر مسلموں کے ہاتھوں جان اور عزتیں بچ گئیں۔ پاکستان کو آتے وقت اثناء راہ مرنے والوں کے پنجر مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ایک جگہ نہر کے کنارے ہمارے کنوائے کو رُکوا کر ایک غیر مسلم عورت نے ایک بچّہ دیا کہ جس دن یہاں قافلے پر حملہ ہوُا کوئی عورت اِس بچّے کو پھینک گئی یہ بچہ آپ لے جائیں۔ سوچنے والو سوچو! کہیں ایسا تو نہیں ہوُا ہوگا کہ وہ بچّہ جو غیر مسلموں کے ہاتھوں میں محفوظ رہا یہاں پاکستان آنے کے بعد کسی ظالم کے ہاتھوں اِس دُنیا سے رخصت ہوُا یا خرکاروں کے سِتم سہہ رہا ہو۔

اِسلام کے نام پر قائم ہونے والی حکومت کا اہم اور مقدّم فرض امن کا قیام، رعایا کی جان و مال

کا تحفظ ہے۔ خدا کے لئے غور کرو کہ ایک دن ہم سب نے اُس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اب تک کتنے احمدیوں کے قاتلوں کا آپ نے خود سراغ لگایا۔ پھر قانون اُن کے بارہ میں کیسے حرکت میں آیا۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر عمل کا ایک نتیجہ مرتّب ہوتا ہے اور ہم اپنے عمل کے لئے جواب دہ ہوں گے۔ من یعمل مثقال ذرّۃٍ شرًا یرہ۔ ؎

جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اِس سے پہلے لاڑکانہ میں ماسٹر عبد الحکیم صاحب ابڑو قتل کئے گئے۔

سکھر میں ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب قریشی کو موت کی نیند سُلا دیا گیا۔

بھریا روڈ میں چوہدری عبد الرزاق صاحب ذہین وفطین معاملہ فہم کی زندگی لی گئی۔

محراب پور میں چوہدری عبد الحمید کا خون بہایا گیا۔

نیر پور کے پروفیسر عبد القادر صاحب کو گولی ماری گئی۔

سکھر میں انعام الرحمٰن صاحب کو بھرے بازار میں خون میں نہلا دیا۔

اور اب پروفیسر عقیل کی جان لی گئی۔

راہِ حق میں جانیں دینے والوں کے اعزاء و اقارب سے مَیں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے بزرگان کی زندگی ختم نہیں ہوئی وہ تو زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہیں ؎

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مَر جاؤں گا
مَیں تو دریا ہوں سمندر میں اُتر جاؤں گا

وہ ابدی زندگی پا گئے۔ انشاء اللہ وہ روشنی کا مینار ثابت ہوں گے۔ وہ کشتِ حق کی اپنے خون سے آبیاری کر گئے۔ آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے بزرگ جماعت کو اور آپ کو بھی سُرخرو کر گئے۔ ؎

بخاک وخون غلطیدن بناد کردند خوش رسمے
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

رمضان کے بعد

رمضان شریف کی ایک غرض ضبطِ نفس ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ روزہ دار نہ لڑائی جھگڑا کرے۔ نہ جنسی بیہودہ گفتگو۔ اگر کوئی اس سے لڑنا چاہے یا گالی گلوچ کرے تو یہ کہہ کر اسے روکے کہ مَیں روزہ دار ہوں۔ مَیں روزہ دار ہوں۔ مَیں روزہ دار ہوں۔

عبادت کا ایک چھلکا ہے اور ایک مغز۔ حکمتوں والے کے احکام میں حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ رمضان کا مہینہ جہاں ہمیں حرام امور سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے، جہاں ہمیں اصلاحِ نفس کا سبق دیتا ہے وہاں ہمیں صبر اور ضبطِ نفس کی تربیت بھی دیتا ہے۔

نجانے یہ اتفاق ہے یا کچھ اور کہ آج عید کی دو چھٹیوں کے بعد اخبار دیکھا تو صرف ایک اخبار کی ۲۳ جون کی اشاعت میں مجھے یہ سُرخیاں نظر آئیں :-

اوکاڑہ۔ ایک مسیحی بھکاری کو قتل کر دیا گیا — سرگودھا۔ عصمت صاحب نیازی سی۔ آئی انسپکٹر نے چوبیس جواریوں کو جوا کھیلتے گرفتار کیا — یاسر عرفات کے طیارہ پر میزائل سے حملہ کیا گیا — ڈھاکہ یونیورسٹی میں بم کا دھماکا جس سے ایک چودہ سالہ لڑکا ہلاک دو زخمی ہوئے — امام خمینی کا اعلان کہ ایران ہتھیار نہیں ڈالے گا۔ عید سے پہلی شام ٹیلی ویژن پر یہ اعلان تھا کہ ایران کی جنگ عراق سے تمام محاذوں پر جاری ہے جس میں عراق کے ڈھائی سَو فوجی زخمی ہوئے یا مر گئے — شکر پڑیاں، زیرو پوائنٹ اور مارگلہ کی پہاڑیوں پر کسی منچلے کے مذاق سے آتش زنی ہوئی جس میں غیر ملکی سربراہوں کے لگائے ہوئے پودے بھی جھلس گئے۔ فائر بریگیڈ نے پانچ گھنٹہ کی مساعی سے آگ پر قابو پا لیا — فیصل آباد میں ڈکیتی کی دو مزید وارداتیں ہوئیں — گوجرانوالہ میں لڑائی جھگڑوں کے نتیجہ میں پانچ افراد ہلاک متعدد زخمی۔ ضلع گجرات میں عید کے روز تین افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا — گکھڑ منڈی۔ اُدھار کے تنازعہ پر دکاندار کو موت کے گھاٹ اتار دیا — سیالکوٹ کے بارونق چوک میں فائرنگ — ضلع سیالکوٹ میں مختلف تنازعات کے نتیجہ میں ایک شخص ہلاک چھ افراد زخمی — نارنگ منڈی۔ گھریلو تنازعات پر تایا زاد بھائی کو موت کے گھاٹ اتار دیا — ضلع خوشاب میں دو افراد کا قتل — گوجرانوالہ میں راہزنی اور چوری کی وارداتیں — گوگیرہ۔ نواحی گاؤں ۲۲۔جی۔ ڈی میں قومی اسمبلی کے سابق امیدوار کی بھاوج کو ہلاک کر دیا گیا — میلسی۔ دوستوں کی مدد سے بیوی کو اغوا کر لیا — کامونکے۔ معمولی تنازعہ پر نوجوان کو قتل کر دیا۔

اِس فہرست میں حادثات میں زخمی یا مرنے والے یا غیروں کے ہاتھوں مارے جانے والے یا پکنک کے موقع پر نہروں یا دریاؤں میں ڈوب جانے والوں کا ذکر نہیں کہ ان کا میرے مضمون سے تعلق نہیں۔ اور یہ بھی یقینی ہے کہ اِس میں سارے مقتولوں یا جھگڑوں کا ذکر نہیں۔ کل ہی واپڈا کے بِل تقسیم کرنے والے کلرک نے مجھے بتلایا کہ اُس کے گاؤں میں جمعہ کے روز ایک ہم زلف نے دوسرے اپنے ہم زلف کو بندوق سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

رمضان کی تربیت کا اثر ایک ہفتہ یا کم از کم چوبیس گھنٹے تو باقی رہنا چاہیئے تھا۔ قرآن مجید جھگڑوں

اور قتل کی کس قدر مذمت کرتا ہے ہمارے آقا فداہ ابی و امّی نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ کہہ کر کہ لوگو! شاید اِس کے بعد تم مجھے نہ دیکھ سکو جو میری یہ باتیں سُنتے ہیں وہ انہیں دوسروں تک پہنچا دیں کہ

"تمہارے خون، اموال اور عزّتیں ایک دوسرے پر اِس طرح حرام ہیں جیسے آج کا دن اِس مقدّس مہینہ میں اِس شہر میں حرام ہے"

اور کس شخص کی یہ خواہش ہوسکتی ہے کہ دس ذی الحج کو مدینہ کے اندر وہ مقاماتِ مقدّسہ کی بے حُرمتی کرے مقاماتِ مقدسہ کی حُرمت پر مر مٹنے والو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف منسوب ہونے والے کی عزّت، مال اور خون کو بھی قابلِ حرمت قرار دیا ہے۔ رمضان نے جو سبق دیا اسے فراموش نہ کریں حضرت ابنِ عمر ایک روز خانہ کعبہ کی طرف آرہے تھے اُسے دیکھا تو فرمایا سُبحان اللہ تُو کس قدر معظّم ہے لیکن خدا کی قسم مسلمان خدا کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ قابلِ احترام ہے۔ کیا خوب کہا کسی نے ؎

آدمیت احترامِ آدمی
با خبر شو از مقامِ آدمی

اگر نماز میں سُرور نہ آئے؟

"ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سرور نہیں آتا تو وہ پے در پے پیتا جاتا ہے یہاں تک کہ اِس کو ایک قسم کا نشہ آجاتا ہے۔ دانشمند اور زیرک اِنسان اِس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور وہ یہ کہ نماز پر دوام کرے اور پڑھتا جائے یہاں تک کہ اس کو سرور آجائے۔"

(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۸)

منظوم عربی کلام حضرت اقدس

وما ھو الّا نائب اللہ فی الوریٰ

وما ھو الّا نائب اللہ فی الوریٰ
وہ خدا کا نائب اُس کی مخلوق میں ہے

وفاق جمیعًا رحمۃً وتوددا
اور رحمت اور مہربانی میں سب سے بڑھ گیا ہے

تخیّرہ الرحمٰن من بین خلقہٖ
خدائے رحمٰن نے اس کو مخلوق سے برگزیدہ کیا ہے

واعطاہ ما لم یعط احدٌ من النّدا
اور اُس کو وہ انعام دیئے جو کسی کو نہیں دیئے

وقد کان وجہ الارض وجھًا مسوّدا
تحقیق تمام روئے زمین کالی سیاہ تھی

فصار بہٖ نورًا منیرًا و اغیدا
اس کے ذریعہ نور اور نور بخش اور خوبصورت ہو گئی

وارسلہ الباری بآیات فضلہٖ
خدا نے اُس کو اپنے فضل کے نشانوں کے ساتھ بھیجا

الی حزب قومٍ کان لُدًّا ومفسدا
ایسی قوم کی طرف جو دشمن اور سخت مفسد تھی اور جھگڑالو

وملکٍ تأبّط کلّ شرٍّ قومُہ
اور ایسے ملک میں بھیجا جس کے لوگ کل بدیاں اپنے ساتھ رکھتے تھے

وکلٌّ تلا بغیًا اذا راح ارغدا
جب صبح و شام کو چلتے تو سب نافرمانی کی پیروی کرتے تھے

تذکّرت یومًا فیہ اُخرج سیّدی
مجھے وہ دن یاد ہے کہ جس میں میرے سید و مولیٰ نکالے گئے تھے

ففاضت دموع العین منّی بمنتدیٰ
میرے آنکھوں کے آنسو مجلس میں بہنے لگے

الی الآن انوارٌ ببرقۃِ یثربٍ
ابتک مدینہ کی پتھریلی زمین میں ایسے انوار ہیں کہ

نشاھد فیھا کلّ یومٍ تجدّدا
ہر روز ہم اُن میں نئی بات دیکھتے ہیں

فوجہ المدینۃ صار منہ منوّرا
مدینہ کا چہرہ اس نور سے نورانی ہو گیا

وبارک حرّ الرّمل وطئًا وقرددا
اور مبارک ہو گئی چلنے پھرنے سے رتیلی و پتھریلی زمین

نے مجھے ایک دفعہ لندن میں بتایا کہ انہیں بذریعہ ڈاک پکی ہوئی سویوں کا گرم گرم پیکٹ موصول ہؤا۔ غالباً عید کا دن تھا بھیجنے والے نے اپنا نام اخفاء میں رکھا۔ باجوہ صاحب بہت حیران تھے کہ یہ خوش مزاج دوست کون ہیں۔ کئی دن بعد معلوم ہؤا کہ ڈاکٹر عقیل جو اُن دنوں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان گئے ہوئے تھے اُنہوں نے سویاں بھجوائی تھیں۔

ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر فوت نہیں ہوئے وہ زندہ رہیں گے۔ پہلے وہ مریضوں کو بصارت دیتے تھے اب وہ بصیرت دیتے رہیں گے۔ خاکسار عزیز احمد ریٹائرڈ ناظر بیت المال

"ڈان" اور "نوائے وقت" لکھتے ہیں

ڈان ۱۰ر جون کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"ماہر امراضِ چشم کو چھرا مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

حیدر آباد ۹ر جون۔ اتوار کے روز کسی نامعلوم شخص نے مشہور ماہر امراضِ چشم اور سرجن کو چھرا مار کر ہلاک کر دیا۔

بمطابق رپورٹ ڈاکٹر عقیل جب اپنے گھر کے سامنے اپنی جیپ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک حملہ آور ہاتھ میں چھرا لے کر اُن پر ٹوٹ پڑا اور پے درپے اُن کی گردن اور سر پر وار کئے۔ بعد میں حملہ آور قریب کی گلی میں غائب ہوگیا۔

ڈاکٹر عقیل کو فوراً L.M.C. HOSPITAL جو جائے وقوعہ سے تقریباً دو سو گز کے فاصلہ پر واقع ہے پہنچا دیا گیا لیکن اپریشن سے قبل ہی زخموں کی تاب نہ لا کر وہ فوت ہوگئے۔

ڈویژنل کمشنر مسٹر علی محمد جی شیخ اور ڈپٹی کمشنر مسٹر شفیق الرحمٰن پراچہ اور پولیس کے افسرانِ اعلیٰ فوراً جائے وقوعہ پر پہنچ گئے اور وہ تحقیقات کی نگرانی کر رہے ہیں۔

دن دیہاڑے بہیمانہ قتل کی وجہ سے علاقہ میں سخت خوف و ہراس پھیل گیا ہے۔

ڈاکٹر عقیل L.M.C. کے بہت سینئر پروفیسر تھے جو صرف چند سال قبل پچیس ۲۵ سال کی گرانقدر خدمت کے بعد ریٹائر ہوئے تھے۔ حیدر آباد میں آنکھوں کا ہسپتال قائم کرنے میں انہوں نے مرکزی کردار ادا کیا تھا اور اب وہ اس ہسپتال کے انچارج تھے۔

وہ ایک متقی اور رفاہِ عام کے کام کرنے والی ایسی شخصیت تھے جو غریب مریضوں کا فیس لئے